حسین بن منصور حلاج کے نظریات کی تشریح اور دوسرے
اہم مقالات پر مشتمل ظفر علی خان کی اہم کتاب

حسین بن منصور حلاج

اور دوسرے اہم مقالات

ظفر علی خان

Marfat.com

حسین بن منصور حلاج کے نظریات کی تشریح اور

دوسرے اہم مقالات پر مشتمل ظفر علی خان کی اہم کتاب

حسین بن منصور حلاج

اور دوسرے اہم مقالات

مصنف

ظفر علی خان

سٹی بک پوائنٹ

نوید اسکوائر اردو بازار کراچی

2762483

Marfat.com

باذوق لوگوں کے لیے خوبصورت اور معیاری کتاب

بیاد
HASAN DIN

۲۹۷۶۷۵۹۲
۵۱۲

۷۳۵۶۷

کتاب		حسین بن منصور حلاج
مصنف		ظفر علی خان
سالِ اشاعت		2006ء
تعداد		500
قیمت		120 روپے

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
4	کفر و ایمان کا جھگڑا	۱
20	سلسلہ ادبیاتِ اسلام	۲
52	مروّج الذہب	۳
99	غلامانِ اسلام	۴
121	الہام کے ذریعہ سے مسمریزم	۵

Marfat.com

کفر و ایمان کا جھگڑا

حسین بن منصور حلاج کے نظریات کی تشریح

عُمر یست کہ آوازۂ منصور کُہن شُد
من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رس را

Marfat.com

(۱)

دُنیا کو ہدایت کی ضرورت تھی۔صراط مستقیم دکھانے کی ضرورت تھی۔بصیرۂ نیّرہ کی ضرورت تھی۔رشد ونور کی ضرورت تھی۔رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔اور آنحضرتؐ نے کلام اللہ کی تبلیغ فرما کر سارے زمانہ کی یہ ضرورت پوری کردی۔آسمان کا جو پیغام آپ نے زمین کو پہنچایا وہ یہی قرآن تھا۔جواب بھی ہم میں موجود ہے۔اور ہمارا ''امامِ مبین'' ہے دنیا کو وحی والہام پر جس طریقہ سے چلایا۔وہ اسی سنت سنیہ کا مجموعہ تھا۔جوصحاح احادیث میں آج بھی مجتمع ہے۔اور عہدِ رسالت کا تعامل اس سے ظاہر ہوتا ہے فرزندانِ توحید کو استنباط مسائل کا جو منہاج بتایا۔وہ یہی فِقہ ہے۔جومجامیع فقہیات میں اس وقت بھی مدون ہے۔اور عبادات ومعاملات و خصومات واحکام میں ایک شائستہ ومہذب ومتمدن وپابند قانون زندگی کی حدیں۔اس سے جدا جدا نظر آتی ہیں۔

Marfat.com

(۲)

حُجرۂ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کے دروازے پر چند صحابہ حاضر تھے اور آپس میں تقرب الی اللہ کے ذرائع پر گفتگو کررہے تھے کسی نے ترکِ طعام پر زور دیا۔کسی نے ترک راحت وآرام پر زور دیا۔کہ شاید انہیں طریقوں سے خدا مل جائے۔مکالمہ ہوہی رہا تھا کہ آنحضرت سلام اللہ علیہ حجرۂ مبارکہ سے باہر نکل آئے۔اور صحابہ سے خطاب فرمایا۔کہ میں سوتا بھی ہوں۔جاگتا بھی ہوں کھانا بھی کھاتا ہوں۔آرام بھی کرتا ہوں۔اور پھر تم سب سے زیادہ مقرب بارگاہِ الٰہی ہوں۔

ایک مرتبہ سوال کیا گیا۔کہ بہترین عبادت کونسی ہے۔کہ خدا اس سے خوشنود ہو۔جواب ملا کہ ادائے فرائض بہ اعتدال واخلاص واستقامت کہ بندوں کے حق میں اگر اس سے بہتر کوئی

بات مناسب ہوتی ۔تو خدا اسی کو فرض کیے ہوتا۔

حضرت ابو خثیمہ کہتے ہیں کہ خلافت راشدہ میں کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے تھے ۔جنہوں نے شاہ راہِ زہد وتقویٰ پر چلنے کا ایک خاص طریقہ وضع کر لیا تھا۔انہیں میں سے بعض افراد ایک مرتبہ مدینہ مشرفہ کے بازاروں میں سے گزر رہے تھے اور اس حالت میں گزر رہے تھے ۔کہ بہت ہی آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کرتے اور نہایت پھونک پھونک کے زمین پر قدم رکھتے اہل مدینہ کے لئے یہ بالکل نئی روش تھی ۔ایک صحابیہ کی جن کا نام حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا تھا۔ان پر نظر پڑی ۔تو متعجب ہو کے پوچھا۔من ھولاء وماھذا۔یہ کون لوگ ہیں ۔اور کیا روش ہے؟ جواب ملا نُسّاک یہ ناسک ہیں ۔یعنی زاہد وعابد ہیں ۔صحابیہ نے کہا۔ **کان واللہ عمر اذا تکلمہ اسمع واذامشٰی سرع واذضراب وجع وھوواللہ ناسک حقا** فاروق اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب باتیں کرتے تھے تو ایسے لہجہ میں باتیں کرتے تھے ۔کہ لوگ اچھی طرح سن لیں ۔جب چلتے تھے تو جلدی جلدی تیز چلتے تھے اور جب مارتے تھے تو دردانگیز مار مارتے تھے ۔بااین ہمہ خدا کی قسم وہ حقیقت میں ناسک اور زہد والے تھے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اکثار فی الصبادۃ کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ایک بزرگ نظر پڑے ۔جنہیں کثرت عبادت و اغراق فی الزہد نے بالکل ہی نحیف وضعیف کر دیا تھا۔تاآں کہ ان کی صورت محض ایک ہیولیٰ رہ گئی تھی ۔اشک پیہم نے آنکھیں خشک کر دی تھیں ۔اور حدقے تک دھنس گئے تھے ۔آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیفیت دیکھی ۔تو فرمایا کہ ان ھذاالدین متین فادخل فیہ برفق ان المنبت لا رضا قطع ولاظھر اُبقی ۔یہ دین متین ہے اس میں نرمی سے داخل ہو۔جو تیز رفتاری کی دھن میں اپنے رفیقوں کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور منزل مقصود پر جلدی پہنچنے کے لئے بہ کمال سُرعت قدم بڑھاتا ہے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ نہ تو کچھ مسافت ہی اس سے قطع ہوتی ہے اور نہ جانور ہی اس کی سواری میں زندہ بچتا ہے۔

(۳)

یہ ایمان تھا۔اسلام تھا۔احسان تھا۔جس کی مکمل تعلیم ہم کو قرآن نے دی۔حدیث نے اس کے جزئیات بتائے ۔اور فقہ نے اس کے لئے ضوابط بنائے ۔رسُول اللہ علیہ وسلم اسی کو لے کر آئے تھے ۔آپ نے کوئی ایسی تعلیم نہیں دی کوئی ایسی بات نہیں کی ۔جو شریعت کے علاوہ ہو۔آپ

Marfat.com

کے آل واصحاب بھی شریعت ہی کی تعلیم دیتے رہے اور شریعت ہی پر چلتے رہے۔

امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا۔ کہ ظاہر شرع کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو کچھ اور بھی ملا ہے امیر المومنین نے جواب دیا کہ **ماخصنی الله بشیٔ الا الفهم فی القران** ۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز مجھ سے مخصوص نہیں کی۔ جو سب کو ملا وہی مجھے بھی ملا۔ جو سب کا اسلام ہے وہی میرا اسلام بھی ہے۔ بجز اس کے کہ مجھے قرآن کے سمجھنے کا مادّہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ عطا فرمایا ہے۔

بایں ہمہ مقتضیات روزگار نے ایک ایسا گروہ بھی پیدا کر دیا۔ جس نے شریعت کے علاوہ طریقت کی بھی ایک راہ نکال لی۔ ہم کو اس پر بھی کچھ ایسا اعتراض نہیں۔ آپ طریقت کے پیرو ہیں۔ شوق سے پیروی کیجئے لیکن شریعت کو نظر انداز نہ کر دیجئے۔ کہ ہم کو خود ایسے قدماء صوفیہ کے حالات معلوم ہیں۔ جو شریعت کو سب پر مقدم رکھتے تھے۔ اور جن کی صوفیانہ زندگی ہم مسلمانوں کے لئے بھی مُوجب مباہات تھی۔ آپ اگر ویسے ہی صوفی ہو جائیں۔ ویسے ہی زاہد و عابد ہو جائیں۔ ویسے ہی سالک اور ناسک ہو جائیں تو ہم میں آپ میں کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے چند مراسم کو تصوف سمجھ رکھا ہے۔ چند مروّجات کو طریقت بنالیا ہے چند شطحیات پر مدار کار ہے۔ مگر شریعت کہ اصل الاصول وہی تھے سب سے فروتر رکھی گئی ہے۔ اور اس کے مقدس احکام کا امتثال تو درکنار جو خرقہ پوش مترسم جس قدر شریعت سے دُور اور خرافات سے قریب ہو گا اسی قدر وہ خاصانِ خدا میں زیادہ مرتبہ والا سمجھا جائے گا۔

(۴)

طریقت اگر منافی شریعت نہیں ہے تو ہم ان لوگوں کو دخیل فی الطریقت کہنے پر از روئے اسلام مجبور ہیں ''جو کوئے جاناں سے خاک لاتے ہیں'' اور ''اپنا کعبہ الگ بناتے ہیں۔'' ایسے ہی افراد ہیں ایک صاحب حسین بن منصور حلاج بھی تھے جنہیں عجمی تصوف کے شاعرانہ لٹریچر نے خدا بنادیا ہے اور اگرچہ حسبِ روایت صوفیہ خود ان کے عہد میں انہیں کسی نے بھی مقبول نہیں مانا ہے۔ اور سب ہی نے ان کو رد کیا ہے مگر زوال تمدن عرب کے زمانہ میں وہی سر چڑھالئے گئے۔ اور انہیں کو طریقت کا شیخ الشائخ مان لیا گیا۔ ان بزرگ کی تصنیفات کے نام اگرچہ علامہ ابن الندیم بغدادی کی کتاب الفہرست میں ہم نے پڑھے تھے۔ مگر دنیا نے یہ بات مان لی تھی کہ فتنہ

تاتار نے ان کی ساری کتابیں ضائع کر دیں۔ اور سارے نسخے ناپید ہو گئے۔ دیارِ اسلام یا اقطاعِ مغرب میں کہیں بھی حسین بن منصور حلاج کی۔ یا شہرتِ عامۃ کے اتباع میں یوں کہیے کہ منصور حلاج کی کوئی کتاب موجود نہ تھی اس لئے ہم ان کی نسبت رائے قائم کرنے میں اسی قدر قلیل ذخیرہ بسیرہ کی معلومات پر کفایت وقناعت کرنے کے لئے مجبور تھے جو مؤرخین عرب نے اپنی مشہور تاریخوں میں یا صوفیوں نے اپنے مولفات وملفوظات میں فراہم کی ہیں۔

لیکن خدا بھلا کرے دانایان فرنگ کے ذوق علمی کا کہ اس پر آشوب زمانہ میں بھی ان کا شوق تحقیق کم نہ ہوا۔ اوران کی طلبِ صادق خاص منصور کی ایک تصنیف کردہ عربی کتاب سے زمانہ کو روشناس کرنے میں کامیاب ہو ہی گئی۔

اس قدیم اور نادرہ روزگار تصنیف کو فرانس کے ایک نہایت نادر مستشرق نے شائع کیا ہے جو خدا کے فضل سے اس وقت ہمارے پاس بھی موجود ہے اور ہم کل سے اس پر تبصرہ کا سلسلہ شروع کر دینگے جس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ منصور کا تصوف کیا تھا۔ اور وہ کس درجہ بخطِ مستقیم اسلام کے مخالف واقع ہوا ہے۔ حیف ہے کہ منصور کا یہی غیر اسلامی تصوف ہمارے آج کل کے صوفیوں میں رائج ہے۔ اوران بزرگوں نے اسی متاع ناسرہ کو نغزہ و درست سمجھ رکھا ہے۔ اور اتنا بھی نہیں جانتے کہ جس زندقہ کے وہ شیدائی ہیں وہ الحاد فی الدین ہے کفر باللہ ہے۔ استہزاء بالقرآن ہے تصوف کو اور اصلی تصوف کو اس سے کچھ سروکار نہیں طریقت اس سے بیزار ہے۔ اور حقیقت کو اس کے انتساب سے ہزار در ہزار ننگ وعار ہے۔

(۵)

کوئی صوفی کسی عقیدہ کا ہو۔ لیکن وہ اس حقیقت سے انکار کرنے کی ہرگز جرات نہیں کر سکتا کہ اصلی تصوف کیا ہے۔ جس چیز کی اصلیت کا اندازہ کرنا ہو۔ تو اس کے ایام نشر ونشور وتکوین کی کتابوں سے اس کا اندازہ کیجئے کہ اقرب الی الصواب یہی طریق ہے اس اصل الاصول کے مطابق آپ کو طریقت کی حقیقت دریافت کرنی ہو۔ تو قدمائے صوفیہ میں جو مانے ہوئے صدور ائمہ وروؤس امۃ ہیں۔ ان کی کتابوں سے اس حقیقت کو دریافت کیجئے حضرت یحیٰی معاذ رازی قدس اللہ سرہ کی کتاب الفقر والغنی پڑھئے۔ حضرت امام قشیری کا رسالہ پڑھیئے حضرت شیخ عبدالرحمٰن السلمی کی طبقات الصوفیہ پڑھئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف پڑھئے اور پھر

Marfat.com

دیکھئے کہ یہ وہ کتابیں ہیں جن کی نسبت ہم کورائے زنی کی تو ضرورت نہیں۔البتہ صوفیوں کے خیال میں یہ ہرایک زمانہ میں جانِ تصوف دروح وردان طریقت مانی گئی ہیں مگر منصور کی کتاب زیرنظر ان سے کس قدر مختلف واقع ہوئی ہے۔

منصور کا تصوف آپ کوایک ایسی راہ پر لے جاتا ہے جوکم از کم قرآن کی راہ تو نہیں ہے یا گرکسی فاقد البصیرۃ کی نظر میں قرآن کا احترام نہ ہو کتب صوفیہ ہی کا احترام ہو جب بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی طاب ثراہ نے اپنی کتابوں کے ذریعہ سے تصوف کی جوراہ دکھائی ہے منصور کا سنگلاخ راستہ اس منہاج سے بالکل ہی الگ تھلگ واقع ہوا ہے پھر بھی آپ اس بیڑ کو پسند کرتے ہیں اوراس جادۂ سوّیہ کو آنکھ اٹھاکے بھی نہیں دیکھتے۔

انصاف کیجئے۔آپ دنیا جہان کو مشعلِ ہدایت دکھانے چلے تھے کہ اہل شریعت تو ظاہر پرست ہیں۔باطن کی معرفت آپ ہی کے لئے مخصوص ہے ہم مانتے ہیں کہ اہل شریعت نے سچ مچ اپنی صورت بگاڑ لی۔اور ہم اس پر سالہا سال سے زارنالی کرتے چلے آئے ہیں۔لیکن شمع بزمِ طریقت ہوکر جوخود آپ بھی گم کردہ راہ ہوگئے ہوں۔تو جولوگ آپ پر کتاب وسنت پیش کرتے ہوں۔آپ کو قرآن وحدیث کی دعوت دیتے ہوں۔آپ کوان سے مکابرہ کرنا چاہئے۔ان سے بر سر پرخاش ہونا چاہئے۔انہیں دشنام دینی چاہئے۔ان کی بات سن لینی چاہئے۔اوراس پر عمل کرنا چاہئے۔

(٦)

شریعت ہی کا قانون ہے جس کی پابندی اہل حق پر فرض ہے اور جناب باری نے اپنے بندوں کو صدق وحقیقت کے اس فرض بزرگ کے علاوہ اور کسی امر کے لئے مکلّف نہیں بنایا۔کائنات میں جس قدر سچائیاں ہیں سب اسی قانونِ شریعت کے اندر موجود ہیں۔رُوح انسانی ارتقا کے انتہائی معارج طے کرنے کے بعد راحت ابدی وعیش جاودانی کی جس معراج پر فائز ہوسکتی ہے وہ اسی قانون کا صدقہ ہے اس کے علاوہ نہ کوئی اور قانون ہے نہ کوئی اور ضابطہ۔اس کے مقابلہ میں اگر کسی اور دستور کسی اور آئین کسی اور کلیہ کسی اور جزیہ کو پیش کیا جاسکے۔تو وہ دراصل اسی کا تابع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قانون اعظم کو پوری شرح وبسط کے ساتھ کھول کھول کر بتادیا ہے۔لیکن ہم اس شرح میں نہ تو کہیں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ روحِ انسانی آفرینش عالم سے

پہلے بھی موجود تھی۔یا ذاتِ باری کے جوہر میں سے اس کا خروج ہوا تھا۔ہم کو یہ بات بھی کہیں نظر نہیں آتی کہ باریِ تعالیٰ کی حیثیت ذاتاً وصفاتاً بہ لحاظ خالق ہونے کے مخلوقات سے کچھ جدا نہیں ہے بلکہ وہ ہر ایک چیز کی عین ہے اور کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں وہ اسی طرح ساری وطاری ہے جس طرح بو گلاب میں ہو۔یا کیف شراب میں اس دقیق نکتہ پر بھی ہماری کہیں نظر نہیں پڑی۔کہ رُوح انسانی اپنے مبدا اصلی یعنی ذات باری سے جدا ہو کر ۳۵ ہزار نورانی پردوں کو چاک کرتی ہوئی اور ۳۵ ہزار ظلماتی حجابات کو چیرتی ہوئی اس دنیائے دوں میں آتی ہے اور جب تک یہاں رہتی ہے اس کی غایت الغایات بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی۔کہ کسی طرح تنزّلات کے چکر میں سے نکل جائے اور بطریق صعود ان ستر ہزار پردوں کو اٹھا کر اس قطرہ کی طرح جو بالآخر سمندر میں جا ملتا ہو پھر خدا کے نور میں جا کر جذب ہو جائے اور دنیا و عقبیٰ حشر و نشر جزاء وسزاء جنت و دوزخ ان سب تصورات کو قرآنِ کریم کی لفاظی سمجھ کر اپنی جداگانہ ہستی کو مٹاتی ہوئی خدا کی ہستی میں شامل ہو جائے کہ دراصل وہ خود بھی خدا ہی کا ایک جز و تھی جو تھوڑی دیر کے لئے اس سے جدا ہو گئی تھی ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قانون میں کہیں یہ قول بھی دکھائی نہیں دیتا کہ رُوح انسانی کائنات کی رُوح اعظم یعنی ذات باری میں ضم اگر ہو سکتی ہے تو محض بواسطۂ تواجد و تراقص کہ ناچتے ناچتے حال آ گیا اور رُوح صاحبہ پکار اُٹھیں کہ پالیا۔پالیا۔میں ہی خدا ہوں اور بی صاحبہ کی سہیلیاں جو اس رقص والہانہ کے قطار گیوں میں شریک تھیں پکار اُٹھیں کہ جلّ وعلا حقیقت یہ ہے کہ تمام باتیں جنہیں تصوف نے حقیقت کا عطیہ قرار دے کر شریعت کے علی الرغم اسلام کے سر منڈھنا چاہا ہے۔اسلام کو ان سے کچھ تعلق نہیں۔اور اسلام میں ان کا نشان تک نہیں پایا جاتا اور اسلام کو حق ہے کہ اگر یونانی اور ویدانتی فلسفے کے ان شطحیات کو اس سے منسوب کیا جائے تو وہ جوش میں آ کر کہے کہ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

(۷)

مسیحی تصوف کے پیر طریقت سینٹ اگسٹائن جنہیں کلیسیائی عیسوی قطب الاقطاب مانتا ہے۔اپنے اس انداز تحریر میں جس کی الجھنوں نے صدہا مسیحی مفسروں سے بڑی بڑی مطوّل شرحوں کا خراج وصول کیا ہے حسب ذیل پُراسرار نکتہ صوفیانہ ارشاد فرماتے ہیں۔

''انسان حقیقت میں خود وہی ہے۔جو اس کا محبوب ہو۔''

Marfat.com

مسیحی کتاب الحبّت والشوق کے اس دیباچہ کی شرح مشہور مغربی صوفی بزرگ ایکھارٹ نے اس طرح کی ہے۔

''اگر انسان پتھر سے لولگائے گا تو پتھر ہو جائے گا۔ انسان سے عشق کرے گا تو انسان ہو جائے گا۔ خدا کی محبت کے نشہ میں سرشار ہو گا تو .... لیکن مجھے مجال نہیں کہ اس سے آگے کچھ کہوں۔ اس لئے کہ اگر ایک کلمہ بھی میرے منہ سے نکلا جس نے حقیقت کو ظاہر کر دیا اور میں نے کہہ دیا کہ انسان خدا کے عشق کے نشے میں چور ہو کر خدا ہو جائے گا تو آپ لوگ مجھے سنگسار کر دیں گے۔''

اس پر مغرب کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن جن کی ایک عمر تصوف اور اس کی چھان بین میں بسر ہوئی ہے کیا خوب فرماتے ہیں۔

''یہ تو مسیحی صوفی تھے جن کی زبان پر قرون متوسط کے کلیسیائی رومن کیتھولک نے جبر کی مہر لگا رکھی تھی۔ اور ان کو اجازت نہ تھی کہ اپنے دل کی بات علی الاعلان کہہ دیں لیکن دنیائے اسلام میں آزادیٔ تقریر و تحریر زیادہ تھی مسلمان صوفیوں کو حق حاصل تھا کہ جو جی میں آئے کہہ دیں۔ اور اگر ان کے اقوال شریعت کے آداب سے متجاوز ہو جاتے تھے اور وہ حد سے بڑھ جاتے تھے تو وہ عموماً اس ترشے ہوئے عذر کی آڑ میں پناہ لے لیا کرتے تھے۔ کہ ہم اس وقت عالمِ بیخودی میں ہیں ہم پر سکر کی حالت طاری ہے ہمیں حال آ گیا تھا۔ ہم صراط صحیحہ سے بہک گئے تھے اور اس لئے مرفوع التعلیم تھے ہمارے لئے حرام بھی حلال تھا۔ اس عذر کو اُمتِ مسلمہ واجبی قرار دینے کی خوگر ہو گئی تھی یہاں تک کہ جلال الدین رُومی تک اسی عذر کو اپنی سپر بنا کر کہہ اٹھے کہ اے میرے نفسِ مطمئنہ اگر میں کہوں کہ تو ہی خدا ہے تو مجھے کافر قرار نہ دے۔'' اور اس قول کی شرح یہ کہہ کے کر دی کہ تم لوگ خدا کو ڈھونڈتے ہو۔ تمہاری جستجو عبث ہے کیونکہ خدا تو خود تمہیں ہو۔

پروفیسر نکلسن کا خیال بالکل صحیح ہے کہ مسلمانوں نے ان بزرگوں کو جنہیں حقیقت شناسی کا ادعا تھا اور جنہوں نے تصوف کی آڑ میں ہر ان کہی بات کہی ہے ہمیشہ اس بنا پر روادارانہ سلوک کا مستحق خیال کیا ہے کہ ان حضرات کے ناگفتنی اقوال ان کے بے معنی دعادی اور مجذوبانہ خود فراموشی کے شاخسانے تھے اور ایسی حالت میں ان سے کوئی بازپرس نہ ہونی چاہیے۔

بے چارہ مسلمان حقیقت میں ایک نہایت ہی بھولی بھالی ہستی ہے اور مصالحت تو اس کی گھٹی میں پڑی ہے یہ دنیا کے چھل فریب اور بٹے بازیوں کو کیا جانے ہر ادنیٰ درجہ کا عطائی اپنی چکنی

Marfat.com

چپڑی باتوں سے اس کو غلط فہمی میں مبتلا کر سکتا ہے اسلام کا واسطہ بنا کر ہر کافر و کفر اس کو رام کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ہر گیر ژند باف اس کے کعبہ کو آتش کدہ بنا سکتا ہے۔

کہ ترک سادہ ما با فقیہاں برنمی آید

لیکن اسلام کے پاس سادہ لوح فرزند کو کبھی بھولے سے بھی یہ خیال آیا کہ اگر خود فراموش صوفی کی حالت سُکر رہی حقیقت کی آئینہ دار ہے تو پھر یہ کیا ماجرا ہے کہ بے خود ہو کر اس کی زبان پر ''انا الحق'' کا نعرہ مستانہ تو جاری ہو جاتا ہے لیکن **قُل ھُو اللہُ اَحَد** کی آسمانی آواز ستر ہزار پردوں کی فضاؤں کے اندر بھی گونجنے نہیں پاتی وہ ناچ ناچ کر اور تھرک تھرک کر اور بھاؤ بتا بتا کر یہ تو کہنے لگتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں لیکن اس کے جھوٹے منہ سے آج تک اس عالم بیہوشی میں جسے عین ہوش کہا جاتا ہے یہ فقرے نہ نکلے۔ **ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر۔**

شاید یہ کہا جائے گا کہ یہ باتیں قال والوں کے لئے ہیں۔ قرآن خوانی باد پیمائی ہے بادہ نوشوں کو اس سے کیا سروکار؟

لاکھوں مسلمان اس فقرہ میں آ گئے ہیں اور اُمت مرحومہ کے ان گنت نقوش کے ایمان کا آئینہ اسی زنگ سے آلودہ ہوتا چلا آیا ہے لیکن کچھ خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جن پر یہ افسوں نہیں چلا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ نہ چلے گا منصور حلاج جس نے یہ افسوں شاید دنیائے اسلام میں سب سے زائد پھونکا ہے کتاب الطواسین کے اندر اپنے اصل رنگ میں نظر آتا ہے اور اسی طوما رِخرافات پر نظر ڈالنا ہمارا مقصود ہے۔

یہ کتاب الطواسین موسیو بے سگنان نے شائع کی ہے اصل عربی کے ساتھ ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے۔ اور پھر فرانسیسی زبان میں اس پر ایک نہایت مبسوط مقدمہ و تبصرہ ہے جو اگرچہ بہت ہی دلآویز و دلکش تحقیقات سے لبریز ہے مگر سر دست ہم اس سے بھی قطع نظر کرتے ہیں کہ سب سے پہلے منصور کے معتقدات و تصوف پر ہم کو روشنی ڈالنی ہے اور خود منصور ہی کی عبارت سے اس متن کی شرح کرنی ہے وستراہ غداً۔ وانّ غداً الناظرہ قریب۔

Marfat.com

(۸)

فلسفہ: آفرینش: مسئلہ آفرینش کائنات کی لِم فلسفیوں نے تو یہ بتائی ہے کہ اوّل اوّل بجز ایک ہیولائی مادّے کے غیر منتہی تودے کے اور کچھ نہ تھا جس کے اجزائے لاتیجزیٰ میں جذب و دفع۔ اصوق و پیوستگی جمود و حرکت برودت، وحرارت، لطافت وکثافت، بالیدگی دکاہیدگی، رتق وفتق کی متضاد مگر لازم وملزوم قوتیں موجود تھیں۔ اپنے وقت پر یہ قوتیں بروئے کار آئیں اور مادۂ ہیولا یہ اصلیہ صورت پذیر ہو کر عوالم وشموس واقمار وثوابت ونجوم ومعیار کے نظامات کی شکل میں نمودار ہو گیا اوران گنت زمانوں کے گزرنے کے بعد اس کی ہیئت کزائیہ یہ ہوگئی جواب نظر آتی ہے۔

قرآن کی شہادت:

فلسفہ کے ان حقائق عمومی پر دہ ام الکتاب بھی جس پر ہمارا ایمان ہے کم از کم ایک آیتِ نیرہ سے روشنی ڈالتی ہے سورۃ الانبیاء میں ہے۔

اولم یر الذین کفر وا ان السموات والا رض کانتا رتقا ففتقنا ھما وجعلنا من الماء کل شیئی حیّ فلا یومنون.

یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے جو ناسپاس وناشکر گزار ہیں جو خدا کی خدائی کونہیں مانتے کیا وہ یہ نہیں دیکھتے۔ کیا انہیں اس پر غور کرنے کی فرصت نہیں ہے کہ آسمان اور زمین یہ سب ایک وقت میں ایک ہی تھے ایک گول دائرہ جیسے تھے جنہیں ہم نے جدا جدا کر دیا۔ اور ہر چیز کو ہم ہی نے پانی کی کیفیت سے زندگانی بخشی۔ کیا اس پر بھی وہ ایمان نہیں لاتے؟

اتحاد وصُوفیہ:

تکوین عالم کا ایک تو یہ فلسفہ ہے جس کی شہادت ہمیں نہ صرف آج کل کی ترقی یافتہ ورایت بلکہ خود اپنی مقدس دیرینہ روایت حتیٰ کہ قرآن کی آیت سے ملتی ہے لیکن حضرت متصوفین کے لئے علوم جدیدہ اور معارف قرآنیہ کافی نہیں۔ انہوں نے ایک نیا فلسفہ ایجاد کیا ہے اور زمین اور آسمان۔ آفتاب وماہتاب۔ حجر وشجر۔ اور حیوان ابشر کی آفرینش کی ایک انوکھی وجہ تصنیف کی ہے جسے چند لفظوں میں اس مشہور جملہ کے ذریعہ سے ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ بطریق معتاداسے جناب باری کے منہ سے نسبت دے دی گئی۔

Marfat.com

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلقo

یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں ایک گنج مستور تھا۔ایک پوشیدہ خزانہ تھا میرا جی چاہا کہ میری معرفت عام ہو۔میں روشناس ہو جاؤں۔اس بناء پر میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

ادائے معشوقانہ:

اس ذوق خود آرائی کی عنصری مثال کو پیش نظر رکھ کر جو کسی عروس خود بین کو آئینہ کے سامنے گھنٹوں اپنے ہی جمال کے نظارہ پر مجبور کیا کرتا ہے ان بزرگواروں نے خدا کو بھی ایک معشوق سمجھ لیا ہے جس نے اپنے حسن لا یزالی کو خود اپنی آنکھوں دیکھنے کے لئے یہ کائنات بنائی۔جو گویا ایک آئینہ ہے کہ اس میں اسے اپنی صورت نظر آ رہی ہے غرض دنیا کیا ہے اچھا خاصہ بچوں کا کھیل ہے بھان متی کا تماشا ہے پتلیوں کا ناچ ہے نظریہ آفرینش کائنات کے یہ صوفی پروفیسر قرآن مجید کو کھول کر دیکھتے۔اور سورۃ الانبیاء کی تلاوت کرتے۔اور ان آیات پر غور کرنے کی انہیں توفیق عطا ہوتی وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لاعبین لو اردنا ان نتخذ لھواً لاتخذ نا من لدنا ان کنا فاعلین بل نقذف بالحق علی الباطل فیہ مغہ فاذا ھوزاھق ولکم الویل مما تصفون۔

ہم نے آسمان کو، زمین کو، آسمان و زمین کی درمیانی خلقت کو کھیل تماشے کے لئے نہیں پیدا کیا ہے اگر ہم لہو و لعب ہی کرنا چاہتے تو وہ کچھ کرتے جو ہماری قدرت و عظمت کے شایانِ شان ہوتا۔جو ہم کو زیب دیتا حقیقت یہ ہے کہ ہم باطل کے سر پر حق کو دے مارتے ہیں دونوں کو ٹکرا دیتے ہیں حق اسے چکنا چور کر دیتا ہے پاش پاش کر ڈالتا ہے اور وہ یک بیک مٹتا ہوا نظر آتا ہے اور تم پر عذاب ہو۔تم کیسی توصیف کر رہے ہو کیسی کیفیت بیان کرتے ہو۔

ان آیات کریمہ سے صاف نظر آتا ہے کہ کائنات کو جنابِ باری نے کس لئے پیدا کیا ہے۔اور اس پیدائش میں اس نے کیا حکمت رکھی ہے۔یہ حکمت دو لفظوں میں بیان کر دی گئی ہے کہ دنیا حق و باطل کی رزمگاہ ہے لیکن متصوفین حق و باطل کی جاں کاہ بحث کو چھوڑ کر لہو و لعب کی زیادہ تر دلکش داستان چھیڑ دیتے ہیں اور ہمیں یقین دلانا چاہتے ہیں کہ۔

حُسن بے پردہ خریدارِ متاعِ جلوہ ہے
آئینہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

Marfat.com

خدا انسان اور انسان خدا ہے:

منصور حلاج اس بازی گرانہ فلسفہ کا ایک بہت بڑا شارح ہے۔ وہ اپنی کتاب میں کہتا ہے کہ انسان کو جوہر خدا ہے۔ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ آدم اس کے ازلی وابدی عشق کی تصویر ہے۔ اپنی ذات سے اس نے اس تصویر کا عکس ڈالا کہ یہ عکس اس کے لئے بمنزلہ ایک آئینہ کے ہو اور اس آئینہ میں وہ اپنی صورت دیکھا کرے یہی وجہ تھی کہ اس نے فرشتوں کو آدم کی پرستش کا حکم دیا کہ آدم اور مسیح دونوں میں وہ مجسم ہو کر دنیا میں رونما ہوا۔ چنانچہ منصور کا قول ہے۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی انسانیت (آدم) کی وساطت سے اپنی شانِ ربوبیت کا راز آشکار کیا۔ اور اس کے بعد وہ اپنی مخلوقات کے سامنے بصورتِ ظاہر اس شخص (مسیح) کی شکل میں نمایاں ہوا جو کھاتا بھی تھا اور پیتا بھی تھا۔''

انسانیت اور ربوبیت کے لئے منصور نے ناسُوت اور لاہوت کی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ اور اس کے جن تجسمی وحلولی معتقدات کو آپ نے اقتباس بالا میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ وہ اس کے اس نکتہ کی شرح ہیں کہ از بس کہ خدا کا ناسوت انسان کی کل بدنی اور روحانی فطرت کو شامل ہے لہٰذا خدا کا لاہوت اس فطرت کے ساتھ صرف بطریق تجسم یا علی سبیل حلول ہی متحد ہو سکتا ہے۔ خدا اور انسان کو اس طور پر مشترک فی الذات والصفات ثابت کر کے منصور کوچۂ انا الحق کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور کہتا ہے۔

''تیری رُوح میری رُوح میں اسی طرح گھل مل گئی ہے جس طرح شراب میں آبِ مصفےٰ۔''

''جب کوئی چیز تجھے چھوتی ہے تو وہ مجھے بھی چھوتی ہے اے خدا ہر حال میں تو وہ ہے جو میں ہوں۔''

''میں وہی خدا ہوں جو میرا محبوب ہے، اور وہ جو میرا محبوب ہے۔ وہ خود میں ہوں ہم دو روحیں ہیں جو ایک ہی جسم میں ہیں۔''

''اے کہ تو مجھے دیکھتا ہے جان لے کہ تو اس کو بھی دیکھتا ہے۔ اور اگر تو اس کو دیکھتا ہے تو یقین مان کہ تو ہم دونوں کو دیکھتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ مسلمان ان مشرکانہ عقائد سے سخت بیزار ہیں اور منصور کے یہ عقائد اس کے قتل کے بعد اس کے مُریدوں کی طرف ایک خاص جماعت کا دستور العمل بنے رہے۔ لیکن

Marfat.com

حکومت کے مقابلہ میں اس کی مظلومی اس کے آڑے آ گئی۔اور آنے والی اسلامی نسلوں نے شاعروں اور صوفیوں کی مدد سے اس کی تعلیم پر پردہ ڈالنے اور اسے طریقت کا شیخ الشیوخ ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔سار یکم ایاتی فلا تستعجلون۔

(۹)

حسین بن منصور حلاج کے تصوف کی ہیئیات اصلیہ خود اُنہیں کی تصنیف (کتاب الطواسین) میں نظر آتی ہے۔قرآن حکیم ابلیس کو ملعون کہتا ہے خدا اس کو مردود کرتا ہے۔اسلام اسے خبث و شر کی صورت مثالیہ مانتا ہے مگر منصور کا تصوف اسی ابلیس کے مناقب و محامد میں رطب اللساں ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار میں ایسے ایسے دلائل پیش کرتا ہے جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ابلیس اس انکار میں برسرِ حق تھا۔اور شریعت برسرِ باطل ہے۔

شیطان کے فضائل:

منصور نے اپنی کتاب میں ''طاسین الازل والالتباس'' کا جو عنوان قائم کیا ہے اس میں دعویٰ کیا ہے کہ ما کان فی اھل السماء موحد مثل ابلیس۔یعنی آسمان والوں میں ابلیس جیسا موحد کوئی دوسرا نہ تھا۔اس دعویٰ کی دلیل میں لکھا ہے۔

لُعِنَ (ابلیس) حین وصلٰ لیٰ التفرید فقال له اسجد قال لا غیر قال له وان علیک لعنتی اِلیٰ یوم الدین قال لا غیر مالی الیٰ غیرک سبیلٰ و انی محبت ذلیل قال له استکبرت قال لو کان لی معک لحظة لکان یلیق بی التکبر و التحیر و انا الذی عرفتک فی الازل انا خیر منه رای من ادم الان لی قدمة فی الخدمة لیس فی الکونین اعرف منی بک۔

اس عبارت کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ابلیس اس وقت ملعون ہوا جب تضرید کے درجہ تک پہنچا (مرتبہ تضرید بھی تصوف ہی کا ایک مرتبہ ہے) اللہ تعالیٰ نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے لئے حکم دیا شیطان نے کہا تیرے سوا کوئی دوسرا تو موجود ہی نہیں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ پر میری لعنت تا بہ روز قیامت شیطان نے پھر یہی کہا۔کہ ''تیرے سوا کوئی دوسرا تو موجود ہی نہیں...... دوسروں سے میری

Marfat.com

راہ ورسم ہی نہیں میں صرف تیرا ہی چاہنے والا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ ''تو نے استکبار اختیار کرلیا ہے شیطان نے جواب دیا کہ ''تیری معیت میں اگر ایک ہی لحظہ مجھے گزرا ہوتا۔ جب بھی تکبر وجباری میرے مناسب حال تھی کہ تجھے ایسے معبود حقیقی کی معیت نصیب ہو چکی ہے۔ پھر اس نعمت سے شرفیاب ہوتے ہوئے میرا مدمقابل دوسرا کون ہو سکتا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ایک لحظہ کیا چیز ہے میں نے تو تجھ کو ازل ہی میں پہچان لیا تھا۔ اور تیری معرفت مجھے حاصل ہو گئی تھی میں آدم سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں تیرا قدیم الخدمت ہوں۔ اور مجھ سے زیادہ تیری ذات وصفات کا عارف دونوں جہان میں کوئی نہیں۔

حضرت موسیٰ اور شیطان کی ملاقات:

اسی سین الذل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شیطان کی ملاقات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور ترک سجود کی ذیل میں اس کی توحید پرستی کی تکریم وتمجید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

التقی موسیٰ وابلیس من عقبة الطور فقال له یا ابلیس مامنعک عن السجود. قال منعتی الدعوی بمعبود واحدٍ واسجدت له لکنت مثلک فانک نودیت مرة واحدةً انظر الیٰ لجبل فنظرت ونودیت الف مرة لا سجد ولکن ماسجدت الدعویٰ فقال الله ترکت الا مر. قال یا موسیٰ هذا تغیر الظاهر والحال لا محول علیه فانه یحول لکن المعرفته صحیته کماکانت وما تغیروان الشخص قد تغیر فقال موسیٰ الان تذکره فقال یا موسیٰ الفکرة لا تذکر. امامذکور وهومذکور ذکره ذکری وذکری ذکره ان عذبنی بناره ابد الا بد ماسجدت لا حدٍ ولا اوّل لشخص وجسدٍ ولا اعرف ضداً ادعویٰ دعوی الصادقین وانا فی الحب من الصادقین.

یعنی کوہِ طور کی گھاٹی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ کہ ''شیطان! تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے باز رکھا تھا؟ اس نے کہا۔ کہ مجھے سجدہ کرنے سے اس چیز نے باز رکھا تھا کہ میں ایک ہی معبود کی بندگی کا دعویدار تھا اگر میں آدم کو سجدہ کئے ہوتا تو امتثال امر میں میری حالت بھی تیری ہی جیسی ہوتی۔ صرف ایک مرتبہ تجھ کو آواز دی گئی کہ پہاڑ کی طرف دیکھ اور تو نے دیکھ لیا مگر مجھ کو ہزار مرتبہ آواز دی گئی کہ میں آدم کو سجدہ کروں۔ پھر بھی میں نے اپنے دعویٰ کی بنا پر سجدہ نہ کیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ ''تو نے خدا کے

Marfat.com

حکم کی بجا آوری چھوڑ دی'' ابلیس نے کہا۔ ''یہ حکم نہ تھا یہ آزمائش تھی'' حضرت موسیٰ نے کہا۔ ''آخر تیری صورت تو خدا نے متغیر کردی'' اس نے جواب دیا کہ ''یہ ظاہری تغیر ہے حالات پر انحصار نہیں کیونکہ حالات تو بدلتے رہتے ہیں اصل چیز خدا کی معرفت ہے جو بدستور صحیح و ثابت و راسخ ہے جیسے پہلے تھی۔ ویسے ہی اب بھی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی'' حضرت موسیٰ نے کہا۔ ''اب بھی تو خدا کو یاد کرتا ہے کہ نہیں'' اس نے کہا۔ ''فکر و خیال کو یاد میں نہیں لاتے میری بھی یاد کی جاتی ہے اور خدا کی بھی یاد کی جاتی ہے خدا کی یاد میری یاد ہے اور میری یاد خدا کی یاد ہے..............اگر وہ مجھے عذاب جاوید سے معذب کرے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالے رکھے جب بھی اس کے علاوہ میں کسی دوسرے کو سجدہ نہ کروں گا نہ کسی شخص کے لئے ذلیل ہوں گا نہ کسی کے جسم کے لئے ذلت اختیار کروں گا اور نہ میں یہ جانتا پہچانتا ہوں کہ خدا کی ضد بھی کوئی موجود ہے کہ اس کو سجدہ کیا جائے میرا دعویٰ راست بازوں کا دعویٰ ہے۔ اور میں خدا کی اُلفت و عشق میں راست باز ہوں۔''

عبرت و بصیرت:

ہم آگے دکھائیں گے کہ منصور نے صاف لفظوں میں شیطان کی تقدیس کی ہے اور اس کے دعویٰ کو درست مانتے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے نتائج پر نظر ڈالتے ہیں جو طاسین الازل کی عبارات مذکورہ سے نکلتے ہیں۔

(۱) شیطان اس وقت ملعون و مردود ہوا۔ جب تصوف کے درجۂ تفرید میں وہ پہنچا ہے۔

(۲) شیطان کی توحید پرستی کی عجیب شان تھی۔ کہ سب کچھ ہوا۔ مگر اس نے معبود برحق کے سوا کسی کو سجدہ نہ کیا۔

(۳) شیطان فخر موجودات تھا۔ اس لئے کہ اسے روز ازل سے معرفتِ الٰہی حاصل تھی۔

(۴) حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا جو حکم شیطان کو ملا تھا وہ حکم نہ تھا۔ ابتلا تھا۔

(۵) باوجود ملعون ہونے کے معرفت ذات باری میں کوئی کمی نہیں آئی۔ شیطان اب بھی بہترین عارف باللہ ہے۔

(۶) شیطان اپنے دعویٰ عشق و محبت الٰہی میں سچا ہے۔''

یہ نتائج ہیں۔ جن میں سے کسی ایک کا انکار بھی منصور نے نہیں کیا ہے بلکہ جیسا کہ آگے

Marfat.com

چل کر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان سب میں شیطان کی ستائش کی ہے۔ پھر کیا یہ تصوف قرآن وحدیث کے منافی ومغائر نہیں ہے۔ اور کیا آپ علم واسلام سے اسی تصوف کے اجلال واکرام کے متوقع ہیں۔ ربنا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔

Marfat.com

سِلسِلۂ ادبیّاتِ اِسلام

(۱)

کتنے ہی سودا ہیں ۔ جو سر میں سمائے ہیں ۔ کتنی ہی آرزوئیں ہیں جن کا دل میں ہجوم ہے کتنی ہی تمنائیں ہیں جو مرزا غالب کی آہوں کی طرح سینہ میں پے بہ پے اٹھتی ہیں ۔ اور ''بخیہ چاک گریباں'' بن جاتی ہیں لیکن دل کو کیا کیا جائے کہ ایک ہی ہے ۔

یک دل وخیل آرزو دل بہ کجا کجا دہم

جی چاہتا ہے کہ قرآن مجید اور اس کے معارف وحقائق کے نشر واعلا کے لئے زندگی کو وقف کر دیا جائے ۔ اور بصیرت افروز اہتمام کے ساتھ کلام اللہ کا نسخہ لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر ہدیۂ دنیائے اسلام کیا جائے جس کی آیات کا شمارہ ساتھ ساتھ درج ہو جس کے معانی ومطالب ولغات کی کلید بھی ساتھ ہی شامل ہوتا کہ ایک لفظ یا اس کے مادے کے متحضر ہوتے ہی مقام مطلوب پیش نظر ہو جائے اور ساتھ ہی آیات ربانی کا اردو ترجمہ اس کی محققانہ تفسیر کے ہمراہ شائع کیا جائے ۔

جی چاہتا ہے کہ احادیث حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک جامع نسخہ جو صحاح ستہ اور دوسرے مصنفات ومسانید ومجامیع کا عصارہ ہو ۔ ایک نئے انداز کی تفصیل وتبویب کے ساتھ مطالب احادیث کی فہرست ابجدی وعمومی کے تکملہ کے ہمراہ شائع کر کے نہ صرف آج کل کے انگریزی خواں طبقہ بلکہ جمہور مسلمانانِ ہند کی ایک شدید ضرورت پوری کی جائے ۔

جی چاہتا ہے کہ اسلام کی ایک سیزدہ صد سالہ عقلی تاریخ لکھ کر دنیا کو بتایا جائے ۔ کہ اس حقیقتِ کبریٰ جس کی تجلیاں اوّل اوّل فاران کی چوٹیوں پر لمعہ ریز ہوئی تھیں ۔ دنیا میں دانش وحکمت اور معارف وحقائق کے کیسے کیسے لمعات وانوار بصیرت کی آنکھوں میں بکھیرے ہیں ۔

جی چاہتا ہے کہ یورپ نے دنیائے اسلام کی محیرُ العقول ترقیوں پر جو استتر اتی روشنی

ڈالی ہے اس کے اقتباسات اہل نظر کے پیشکش کیے جائیں۔اور ان کو بتایا جائے کہ جو کام آپ کے کرنے کا تھا وہ دوسرے کر رہے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کی بہت سی خواہشیں ہیں جو رہ رہ کر ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔اور کون مسلمان ایسا ہوگا جو انہیں باتوں کا خواہشمند نہ ہو۔

کیا وہ وقت آ گیا ہے۔کہ یہ آرزوئیں پوری ہو جائیں اور اردو ان تمام حقائق کے دریا بہا کر دنیا کی بڑی بڑی زبانوں کے ان سمندروں سے جا ملے جن کے تجرّ کی گود میں علم و فن اور حکمت و تحقیق کے ہزاروں لؤلؤ شاہوار پرورش پا رہے ہیں۔

یقیناً وہ وقت آ گیا ہے۔اور ہمارے اس یقین کی شہادت حیدر آباد دکن کی جامعہ عثمانیہ کا شعبۂ تراجم و تالیفات دے سکے گا۔یہ عظیم الشان کام اصل میں اعلیٰ حضرت نظام الملک آصف جاہ سابع شہریار دکن ہی کی ہمت بلند کو زیب بھی دیتا ہے۔اور خدا کرے جامعۂ عثمانیہ اپنے فرض سے باحسن الوجوہ عہدہ برا ہو سکے۔

ہماری بے مائیگی سے اتنا بھی بہت ہے۔کہ روزنامہ ستارہ صُبح کے ذریعہ سے تاریخ و ادب اسلام کے دو ہی سلسلے قائم ہو سکیں۔اور جن کو اس سمندر کی ضرورت ہے۔انہیں لب تر کرنے کو ایک دریا یا قطرہ ہی میسّر آ سکے۔

پہلا سلسلہ جس کا عنوان ہم نے ''سلسلۂ تاریخ اِسلام'' تجویز کیا ہے خدا کا نام لے کر آج شروع کر دیا گیا ہے۔دوسرا سلسلہ یہی ''سلسلہ ادبیات اسلام'' ہے کہ اس کی ذیل میں آپ کبھی عرب کے موتی بکھرے ہوئے دیکھیں گے اور کبھی عجم کے جواہر زواہر آپ کی نگاہ کو خیرہ کر ینگے۔کبھی ہندوستان کا لطیف ترین تخیل مائدہ سخن کا نمکدان بنا ہوا نظر آئے گا۔کبھی ان جنون انگیز پھولوں کی بو باس سے آپ کا مشامِ جاں معطر ہوگا۔جو مشاطۂ اسلام نے اسپین و پرتگال و سارڈینیا و اطالیہ و رُدس و بلغار میں گوندھے تھے۔

دُعا کیجئے۔کہ خدائے بزرگ و برتر ہمارے ہاتھ میں گلریز قلم دے۔قلم میں بہار آفرین قدرت دے۔اور اس قدرت کے خزانے آپ کے سر پر نثار کرے۔رب الشرح لی صدری و

Marfat.com

یسرّ لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھو قولی انک کنت بنا بصیرا۔

عرب

دورِ جاہلیت

عرب جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے ساتھ ہی کائنات کی وادیوں میں علم وحکمت کے دریا بہا دیئے۔ مائدۂ ادب پر الوان نعمت کے بوقلموں خوان لگا دیئے۔ ذوق سلیم کی محفل میں معارف لطیفہ کی آفتاب نما شمع جلا دی۔ اپنی کان طینت کے اندر پہلے بھی بہت سے ناتراشیدہ الماس بہت سے ان گھڑ جواہرات رکھتا تھا۔ اور ادبیاتِ عرب کی کوئی تاریخ کامل ومکمل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ان جواہر پاروں پر تبصرہ کی روشنی نہ ڈالی جائے جو عروسِ جاہلیت کے گلے کا ہار ہیں۔

ظہورِ اسلام سے پہلے عرب میں فنِ کتابت الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتا تھا۔ اور دماغ انسانی کے وہ افکار جن کی بداعت اور شگفتگی کو بقاء پر کچھ حق تھا۔ سفینوں کی بجائے سینوں میں محفوظ رہتے تھے۔ کتاب کا کام اس غیر معمولی قوتِ حافظہ سے لیا جاتا تھا جس کے محیر العقول کارناموں نے صدہا سال کے مظلم دھندلکے کو خاورستان بنا رکھا تھا۔ اس قدیم عہد میں نثر کا تو رواج نہ تھا۔ کہ وہ ارتقائے ادب کے مراتب اُخری سے تعلق رکھتی ہے۔ اور عرب کے بادیہ نشینوں نے ابھی تمدن میں اتنی ترقی نہ کی تھی۔ خیموں کے اندر الاؤ کے اُجالے اعراب بادیہ قصہ کہانیوں سے البتہ شغل رکھتے تھے اور ان کا ناثرانہ کمال داستان گوئی تک محدود تھا۔ لیکن یہ طویل وعریض داستانیں خواہ کیسی ہی رنگین اور دلآویز کیوں نہ ہوں راویوں کی زبانی سلسلہ درسلسلہ ہم تک نہ پہنچ سکتی تھیں۔
لیکن اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی نظری نہیں ہوسکتی کہ عرب جاہلیت سے کسی قدر کلام منثور بھی ماثور ہے۔ جس کی صرف چار صورتیں ہیں۔

(۱) امثال۔ یعنی مختلف قسم کے واقعات پیش آنے پر جو مثلیں کہی گئیں کہ آج تک فصاحت و ایجاز کی جان سمجھی جاتی ہیں امثال عرب کے مجموعے متعدد کتابوں میں مجتمع ہیں۔ جن میں زیادہ مشہور ومستند علامہ سیدانی کی کتاب الامثال ہے جس میں چھ ہزار سے زیادہ ضرب الامثال کا ذخیرہ فراہم ہے۔

(۲) حکم۔ یعنی وہ حکیمانہ کلام معقول جو حشو وزوائد سے پاک اور حق وصدق کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

۲۳۵۶۷

Marfat.com

عرب جاہلیت ایسے جوامع الکلم کے لئے شہرہ آفاق تھے جن کتابوں میں ان کی حکمتیں جمع کی گئی ہیں ان سب کے نام بھی ''جوامع الکلم'' ہی ہیں۔

(۳) خطب۔ یعنی جنگ وحملہ ومہم دوخدوفخر ونزاع ومصیبت کے موقع پر جوتقریریں ہوتی تھیں یا درباروں میں یا مجمع عام میں جو خطبے دیئے جاتے تھے۔ان کے اکثر نمونے مبرو کی کتاب الکامل میں موجود ہیں۔

(۴) وصایا۔ یعنی خاص قسم کی تقریریں جوایک مخصوص جماعت اور ایک مقصد مختص کے لئے ہوتی تھیں۔ابن عبدربہ نے اس کے نمونے بھی دیئے ہیں۔

با ایں ہمہ نثر جاہلیت کے یہ نمونے کچھ ایسے بہت نہیں ہیں اور نہ بالا ستیعاب ان کی حفاظت ہی ممکن تھی۔

نظم البتہ ایک ایسی چیز ہے جواوزان وترتیب الفاظ ترنم نما سانچے میں ڈھل کر ہر کہ ومہ کی زبان پر بے اختیار جاری ہو جاتی ہے۔اسی سے دل پسند اشعار کا دماغ میں محفوظ ہو جانا ایک قدرتی بات ہے اور جاہلیت کے کلام کا جو بہت بڑا حصہ جوں کا توں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے اس کا باعث دماغ انسانی کا یہی تدریجی ارتقا ہے۔

جاہلیت کے عالی پایہ تخیل نے ہمارے لئے وہ مشہور ومعروف قصائد ترکہ میں چھوڑے ہیں۔جنہیں سبع معلقات کہا جاتا ہے ان یادگار زمانہ قصائد کی ترتیب وتالیف وتدوین کا شرف مورخین کی رائے میں بالا جماع جس شخص کو حاصل ہے۔اس کا نام حماد راویہ ہے اور بے جا نہ ہوگا۔ اگر ہم اس مقام پر اس کے مختصر حالات سے اپنے ناظرین کرام کی ضیارفت طبع کا سامان بہم پہنچائیں۔

حماد راویہ:

آٹھویں صدی عیسوی کے نصف اوّل کا زمانہ تھا۔اور بنی اُمیہ سریر آرائے سلطنت اسلامیہ تھے۔اسی سطوت اندوز عہد میں جبکہ شعروشاعری کے گھر گھر چرچے تھے۔ایک نہایت ہی حیرت انگیز دل و دماغ کا شخص حماد بن سابور رایہ اسلام کی گود میں پرورش پارہا تھا جو ''حماد الراویہ'' کے لقب سے ممتاز ہے۔اور یہ لقب اسے اس لئے دیا گیا ہے کہ قوح حافظہ میں اس عہد کا کوئی شخص اس کا جواب نہ تھا قدیم شعرائے عرب کے ہزاروں ہی اشعار اس کی نوک زبان

Marfat.com

تھے۔اور کلام جاہلیت کے صدہا قصائد اسے تمام وکمال ازبر تھے۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حماد نے یزید بن عبدالملک اموی سے کہا۔ کہ میں حروف تہجی کے ہر حرف پر سوطویل قصائد جن کے قوافی ایک ہی حرف پر ٹوٹتے ہوں۔ فقط شعرائے جاہلیت کے کلام سے سنا سکتا ہوں۔ اور چھوٹی چھوٹی نظموں کا تو شمار ہی نہیں۔ یزید سمجھا کہ حماد محض تعلیٰ وخودسرائی سے کام لے رہا ہے اس لئے اس نے اس کے دعویٰ کی تصدیق کرنی چاہی۔ خود بیٹھ گیا کہ حماد کے دعویٰ کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے اس ایک نشست میں حماد راویہ نے دو ہزار نوسو قصائد جو سب کے سب زمانۂ جاہلیت کے شعرا کے نتائج افکار تھے پڑھ کر سنائے۔ اور ولید سے ایک لاکھ درم انعام پایا۔

حماد عجمی نژاد تھا۔ اس کا باپ شاہ پور جو جنگ میں گرفتار ہوا تھا ویلمیوں کی اس مشہور نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ جس میں گیلان کے کوہستانیوں نے مدتوں عربوں کا مقابلہ کر کے اپنی حریت قائم رکھی تھی۔ اور بالآخر آل بویہ کے نام سے خلافت کے اقتدارات کو اس حد تک سلب کر لیا تھا کہ بغداد میں خلیفہ اسلام کا عہدہ محض ایک روحانی منصب رہ گیا تھا۔

حماد اگرچہ کوفہ میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی عجمی اصلیت پر اس کا عدیم النظیر علم وفضل اور اس کی بے مثال زبان دانی پردہ انداز ہوئی۔ اس لئے کہ بعض دفعہ وہ ایک آدھ جملہ محاورۂ عرب کے خلاف ایسا کہہ جاتا تھا۔ جس پر زبان دانانِ عرب واجبی نکتہ چینی کئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

اس عرصہ میں حکومت بدل چکی تھی۔ ہشام مسندِ سلطنت پر متمکن تھا اور اس کے پیشرو نے حماد کے ساتھ جو سلوک کیا تھا۔ اس کی وجہ سے حماد اس کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا تھا۔ اور یہ کھٹک بے وجہ نہ تھی۔ یزید جیسے تاجدار کے لئے جس نے اپنی عمر رنگ رلیاں منانے میں بسر کی ہو۔ اور حج کی نیت سے مکہ پہنچ کر پہلا ہی کام یہ کیا ہو کہ مکہ کے سب سے بڑے مغنی یحییٰ المقلب بالفیل کو دعوت غنا وسرود دی ہو۔ گو ایک نشست کی قصیدہ خوانی کے صلہ میں بیت المال اسلامی میں سے ایک لاکھ درم اٹھا کر دے دینا جائز ہو سکتا تھا۔ لیکن ہشام کی پاسداری اسلام اور حفاظتِ حقوق امتِ مسلمہ ایسے لغو اسراف کو کیوں کر جائز رکھ سکتی تھی۔ بہر حال ہشام کا عتاب زیادہ دیر پا نہ تھا اور کچھ دنوں کے بعد حماد دمشق بلا لیا گیا۔

تاریخ بھی ایک عجیب نیرنگ نواز حقیقت ہے۔ ایک شخص شام تک چور اور اٹھائی گیرا تھا۔ صبح کو جو اٹھا تو اچھا خاصہ ادیب اور شاعر بن گیا۔ حماد کی زندگی اسی نرالی حقیقت کی تصویر ہے پہلے

Marfat.com

اس کا پیشہ چوری تھا۔لوگوں کو دم جھانسے دیکران کا مال ہتیا لینا راہ چلتے کی آنکھ میں خاک جھونک کر اس کی جیب کتر لینا اس کا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔لیکن ایک دن جب آدھی رات کے وقت اس نے ایک شخص کو لوٹا۔اور اس کی جیب میں اشرفیوں اور روپوں کے ساتھ ایک نظم بھی پائی تو حماد کی زندگی ہی بدل گئی۔نظم کیا پڑھی خود بھی ناظم ہوگیا۔اور شعر وادب کے اتنے گنج شائگاں دن رات کی دیدہ ریزیوں اور جگر کاویوں سے فراہم کئے کہ دنیا میں ایک زندہ دائرۃ العارف (انسائیکلوپیڈیا) کے نام سے مشہور ہوگیا۔

حماد کی وفات بروایت بعض ۱۷۷ء اور بروایت بعض ۱۷۷ء میں ہوئی۔

ضرب المثل

عمر بھر کے مشاہدے اور تجربے کو زندگی کی کسی حقیقت کے متعلق ماقل ودل چند صاف وسادہ الفاظ میں بلاغت کے ساتھ جمع کر دینے کا نام ضرب المثل ہے۔اور اس فن میں اسی شخص کو دستگاہ کامل حاصل ہوسکتی ہے جس کا تجربہ نہایت طویل ہو۔مشاہدہ نہایت عمیق ہو۔نظر نہایت وسیع ہو۔اور ان صفات سہ گانہ کے ساتھ کلام پر قدرت اور تخیل میں بلندی ہو۔عربوں کو ابتداء ہی سے باوجود لکھے پڑھے نہ ہونے کے حکیمانہ تکلم کی اس صنف میں ایک امتیاز خاص حاصل تھا۔شعر تو وہ ایسا کہتے ہی تھے جو سننے والے کے دل میں تجلی کی سی تڑپ پیدا کر دیتا۔اور اس کے جذبات میں اپنی کیفیت نوعی کے لحاظ سے شدید ہیجان لے آتا۔لیکن بارہا ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص کے منہ سے ایک جملہ نکلا ہے اور قوم کی زبان پر جاری ہوگیا ہے۔اور یہی نہیں کہ صحرا کے اس غنچۂ نودسیدہ کی طرح جو آفتاب کے نقطۂ نصف النہار تک پہنچتے پہنچتے مرجھا جاتا ہو یہ قول بھی کچھ دن زبان زدِ خلائق رہ کر حوالۂ نسیان وفراموشی ہو جاتا ہو۔بلکہ کئی نسلوں کے گزر جانے پر بھی دانش وفرزانگی کے اس سکہ کا چلن ویسا ہی معتبر رہتا تھا جیسا اوّل اوّل اعرابی نطق اور عدنانی فصاحت کی ٹکسال سے ڈھل کر نکلنے کے بعد۔

صدیاں گزر گئیں۔زمانے بیت گئے۔جاہلیت کا دور پرانا افسانہ ہوگیا۔لیکن اس عہد کی ضرب المثلیں ابھی تک محفوظ چلی آتی ہیں اور اس کے تمدن پر روشنی ڈال رہی ہیں۔جاہلیت کے کلام منظوم پر نظر انتقاد ڈالنے سے قبل ہم چند امثال پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ تاریخی سلسلہ جو باوجود طویل الذیل ہونے کے بے حد ایجاز واختصار کا پہلو لئے ہوئے ہوگا تشنہ نہ رہ جائے۔

Marfat.com

مثل کی ایک جامع و مانع تعریف ژرف نگاہانِ عرب نے ان الفاظ میں کی ہے۔ المثل عبارة عن تالیف لا حقیقت لَه فی الظاهر و قد ضمن باطنه الحكم الشافية۔

(مثل ایک ایسی تالیف کا نام ہے جس کی ظاہر میں تو کوئی حقیقت نہ ہو۔ مگر باطن میں شفا بخش حکمتوں پر مشتمل ہو) پھر اس مثل کی تین قسمیں کی ہیں۔ اوّل مفترضہ ممکنہ۔ دوم مخترعہ مستحیلہ۔ سوم مختلطہ۔

(۱) قسم اوّل میں یہ التزام ہے کہ جس بات یا جس کام کا اس سے تعلق ہو۔ وہ کسی ذی عقل سے منسوب کیا جائے۔

قسم ثانی کا لازمہ ہے۔ کہ اس میں جو باتیں کہی جائیں۔ وہ حیوانات و جمادات کی زبان سے کہی جائیں جن سے انسان کی ہدایت مقصود ہو۔

قسم ثالث میں جو باتیں ہوتی ہیں۔ وہ ناطق و غیر ناطق کے درمیان ہوتی ہیں۔

مِثل کے لئے چار شرطیں ہیں۔

(۱) اس میں کوئی ایسی تعقید نہ ہو۔ جو سننے والے کے ذہن میں انتشار پیدا کر سکے۔

(۲) طویل اور ملال انگیز نہ ہو۔

(۳) سامع اس کی تازگی و طراوت سے خوش ہو جائے۔ ہزل کی بات سن کر اچھوتے مطالب سے آگاہ ہو کر ان فکاہات سے خیال میں تشحیذ پیدا ہو۔ بنائی ہوئی بات سے عقل میں انضباط آئے اور مشکل حل ہو جائے۔

(۴) مثل کی صورت ایسی ہو۔ جس میں کئی احتمال پیدا ہوتے ہیں مثل کی ان تینوں قسموں اور چار شرطوں کے چند نظائر عنوانِ ذیل کے تحت ملاحظہ فرمایئے۔

"ان غداً النا ظره قريب"

(ہے نظر سے منظرِ فردا قریب)

یہ دور جاہلیت کا ایک بہت ہی پرانا مقالہ ہے۔ اور سب سے اوّل ادب کی انگشتری میں حکیمانہ جامعیت کا یہ نگینہ جس نے جڑا وہ قراد بن اجدع تھا۔ جس نے نعمان بن منذر تاجدار حیرہ کا زمانہ پایا ہے کہ بظن غالب ۵۸۵ء سے ۶۰۷ء تک فرمانروا رہا۔ اس مثل کی شان تمثیلی بیان

Marfat.com

کرنے سے پہلے ہم علامہ ابوالفرج اصفہانی کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کردینا ضروری سمجھتے ہیں۔جس کا ذہن نشین ہوجانا اس مثل کی تاریخی حیثیت جاننے کے لئے ضروری ہے۔

نعمان منذرعرب کے بُت پرستانہ تمدن میں ایک نا قابلِ رشک شہرت رکھتا ہے۔شراب اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔اس کی سیاہ مستانہ بادہ گساریوں کے افسانوں سے کتاب الاغانی کے صفحاتُ کے صفحات بھرے پڑے ہیں ظالمانہ استبداداس کا شیوۂ خاص تھا۔ایک ذرا سی بات پر بگڑ کر کسی شخص کو قتل کردینا اس کا معمولی ہتھکنڈا تھا۔خالد بن مصلل وعمرو بن مسعوداس کے دوے آشام رفیق تھے جو محفل نائے ونوش میں اس کے برابر کے شریک تھے۔ایک رات مجلس عیش وطرب حسب معمول برپا تھی اور نعمان ان دونوں محبان بادہ پیما کے ساتھ بیٹھا ہوا جام پر جام خالی کر رہا تھا۔کہ کسی بات پر دونوں دوستوں کی اس سے تکرار ہوگئی شراب کے نشہ میں ہوش وحواس تو بجا تھے ہی نہیں آوَ دیکھا نہ تاوَ۔عالمِ غضب میں حکم دیا۔کہ دونوں کو اسی وقت زندہ گاڑ دیا جائے۔وہاں کیا دیر تھی خدامِ خاص دونوں یاران سرپل کو گھسیٹتے ہوئے لے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین میں گاڑ دیئے۔صبح جب نعمان کی آنکھ کھلی تو اگرچہ خمرِ دوشیں کا خمار تھوڑا بہت سر میں تھا لیکن عقل ایک حد تک ٹھکانے آچکی تھی رات کے واقعہ کو البتہ موجِ فراموشی بہا لے گئی تھی۔اہالی وموالی سے پوچھا کہ خالد اور عمر کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کی کہ حضور وہ تو حسب الحکم رات ہی زمین میں زندہ گاڑ دیئے گئے تھے نعمان نے یہ سنتے ہی سر پیٹ لیا۔متاع ہوش وحواس پر پشیمانی کی بجلی ہی تو گر پڑی۔اور جزع فزع کرتا ہوا اپنے دوستوں کی قبر پر پہنچا۔تلافی مافات کی اور کوئی شکل تو نکلنی محال تھی البتہ دونوں قبروں پر اس نے دو مخروطی مینار بنوادیئے اور اس دن سے عہد کرلیا کہ سال میں دو دن دونوں گزرے ہوئے دوستوں کی یادگار کے لئے وقف کردے گا دونوں دن وہ ہر ایک قبر پر جا کر ماتم کیا کرتا تھا۔ان ایام دوگانہ میں سے ایک نام یوم البوس تھا اور ایک کا یوم النعیم۔یوم النعیم کو جو شخص اوّل اوّل اس کو ملتا تھا۔اسے دوسو کالے اونٹ بخش دیتا تھا اور یوم البوس کو جس شخص سے اوّل اوّل اس کی مڈبھیڑ ہوتی۔اسے ایک ظربیان یعنی کالی جنگلی بلی ذبح کراس کی گردن مروا دیتا۔اور مینار "غزبین" یعنی آغشتہ بخوں کے نام سے موسوم ہوگئے تھے جن بدنصیبوں کے خون سے یہ مینار مدتوں ارغوانی ہوتے رہے ان میں عہدِ جاہلیت کے مشہور شاعر عبید بن الابرص کا بھی شمار ہے۔

اب ہم مثل زیرِتنقید کی تاریخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

Marfat.com

نعمان بن منذر ایک دن اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے قصد باہر نکلا۔ لاؤ لشکر ہمراہ تھا جنگل میں پہنچ کر ایک گورخر پر نظر پڑی جس نے شکاریوں کا ہجوم دیکھتے ہی فراٹے بھرنے شروع کیے۔ نعمان نے گھوڑا پیچھے ڈالا کہ وہ بھی ہوا سے باتیں کرتا جاتا تھا جو سوار ہمرکاب تھے انہوں نے بہت تگ ودو کی لیکن اس کی گرد کو نہ پاسکے شکار تو خدا جانے کہاں کا کہاں نکل گیا لیکن نعمان جنگل میں اکیلا رہ گیا اور راستہ بھی بھول گیا دن بھر ادھر اُدھر ٹاپتا پھرا مگر جنگل کی بھول بھلیاں سے نکلنے کی کوئی صورت نکال نہ سکا آفتاب بھی ڈھل چلا تھا اور بھائیں بھائیں کرتا ہوا ویرانہ شام کی بڑھتی ہوئی تاریکی میں چھپ جانے کے قریب آ گیا۔ اتنے میں دور سے نعمان کو ایک خیمہ نظر آیا تھکے ہوئے گھوڑے کو ایڑ بتا کر وہ اس خیمہ کے قریب پہنچا اور صاحب خیمہ کو آواز دی۔ خیمہ میں بنو طے کا ایک شخص حنظلہ نامی اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا حنظلہ نے جب ایک اجنبی کی آواز سنی تو باہر نکل آیا اور لمسافر کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا چاہتے ہو۔ نعمان نے کہا کہ جنگل میں راستہ بھول گیا ہوں اور رات گزارنا چاہتا ہوں اعراب بادیہ اپنی مہمان نوازی کے لئے شہرہ آفاق ہیں اور طے کا قبیلہ تو اس وصف میں امتیاز خاص رکھتا ہے مہمان کا نام پوچھے گچھے بغیر حنظلہ نے اہلاً وسہلاً کہا اور گھوڑے کے دانہ چارہ کا انتظام کر کے مہمان کو خیمہ کے اندر لے گیا۔ حنظلہ کے پاس اس وقت بجز ایک بکری کے جس کا دودھ اس کے خوان کی بہترین نعمت تھی اتفاق سے اور کچھ موجود نہ تھا بیوی کو الگ لیجا کر کہنے لگا کہ آج رات ہمارے ہاں یہ مہمان شب باش ہوتا ہے اور وضع قطع سے معزز معلوم ہوتا ہے اس کی خاطر مدارات اس کی حیثیت ہی کے لحاظ سے ہونی چاہیے۔ لیکن تم نے ابھی ابھی مجھ سے کہا تھا کہ گھر میں بھونی بھانگ تک موجود نہیں۔ اب بتاؤ کیا کیا جائے گھر والی نے بھی بڑا دل پایا تھا کہنے لگی کہ بکری تو ہے ہی اسے ذبح کر ڈالو۔ کباب اس کے گوشت کے لگا لئے جائیں گے کچھ گیہوں بھی ایسے ہی موقع کے لئے رکھ چھوڑے تھے آٹا پیس کر کچھ روٹیاں پکالوں گی غرض نان کباب سے نعمان کی تواضع کی گئی۔ اور وہ پیٹ بھر کر آرام سے سویا۔

صبح اٹھ کر نعمان نے اپنے عالی حوصلہ میزبانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور چلتے وقت کہنے لگا برادر طائی میں بادشاہ نعمان ہوں تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں جو کچھ مانگنا ہو مانگ لو حنظلہ نے کہا کہ خدا آپ کو خوش رکھے وہ وقت بھی کبھی آئے گا اگر کچھ مانگنا ہوگا تو انشاء اللہ اسی وقت مانگ لونگا۔

حنظلہ سے راستہ پوچھ کر نعمان تو اپنے دارالحکومت حیرہ کو چلا گیا اور حنظلہ کے لئے کچھ

Marfat.com

دنوں کے بعد یہ واقعہ خواب وخیال ہوگیا اس پر ایک زمانہ گزر گیا اور گردش لیل ونہار اپنا رنگ لائی دولت ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے آج کسی کی ہے تو کل کسی کی بے چارہ حنظلہ جو پہلے صاحب جاہ وحشمت تھا اب مفلوک الحال ہوگیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میاں بیوی کو کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے تھے اسی عالم عسرت میں ایک دن بیوی نے میاں سے کہا کہ بادشاہ حیرہ نے تم سے حسن سلوک وعدہ کیا تھا کیوں نہیں دربار میں جاکر بادشاہ کو وہ وعدہ یاد دلاتے کہ ہماری یہ بپتا دور ہو۔ یہ بات حنظلہ کی بھی سمجھ میں آ گئی۔ اور گھر سے نکل کر سیدھے حیرہ کی راہ لی۔

قضا کار یہ دن نعمان کا یوم بوس تھا۔ حنظلہ پہلا وہ شخص تھا جس پر آج نعمان کی نظر پڑی نعمان نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور کہا تم وہی طائی تو نہیں جس کے گھر میں ایک رات میں شب باش ہوا تھا۔ حنظلہ نے کہا کہ ہاں میں وہی طائی ہوں۔ اور حضور میرے ہی یہاں فروکش ہوئے تھے نعمان نے یہ لہجۂ تاسف جواب دیا کہ تم اس دن کے علاوہ کسی اور دن مجھ سے آکر کیوں نہیں ملے اس بیچارے کو اس واقعہ کا کیا علم تھا کہنے لگا کہ مجھے اس کی مطلق خبر نہ تھی نعمان نے جواب دیا کہ آج کا ڈراؤنا دن وہ دن ہے کہ اگر اوّل اوّل میں اپنے بیٹے کو بھی دیکھ پاؤں تو اس کے قتل سے بھی مجھے کوئی طاقت نہ روک سکے بہرحال جو تمہیں سوال کرنا ہے کرو۔ اور منہ مانگی مراد پالو۔ لیکن اپنے آپ کو مقتول سمجھو۔ حنظلہ کہنے لگا کہ زخارف دنیوی کو لے کر میں کیا چاٹونگا جبکہ میری جان ہی کی امان نہیں نعمان نے کہا اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں تمہارا قتل ہو جانا اٹل ہے حنظلہ نے جواب دیا کہ اگر میری قسمت میں یہی لکھا ہے تو میں اس پر شاکر ہوں لیکن آپ سے اتنی مہلت چاہتا ہوں کہ مجھے ایک دفعہ گھر ہو آنے دیجئے تاکہ میں اپنے اہل وعیال سے مل لوں۔ اور جو کچھ وصیت کرنی ہے کر آؤں ان کی طرف سے مطمئن ہوکر میں پھر آپ کے پاس واپس آجاؤں گا۔ نعمان نے کہا کہ مجھے تمہاری یہ خواہش منظور ہے۔ بشرطیکہ کسی کو اپنا ضامن چھوڑتے جاؤ اس وقت نعمان کے درباریوں میں قبیلہ بنی شیبان کا ایک شخص شریک بن عمرو بن قیس موجود تھا۔ اس کی کنیت ابوالحوفزان تھی۔ اور وہ نعمان کا صاحب الردافہ (چادر بردار) تھا۔ حنظلہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور نظم میں اس سے یوں خطاب کیا۔

یا شریکا یا ابن عمرو | هل من الموت محالہ
اے شریک اے عمرو کے بیٹے | کیا موت سے رستگار بھی ممکن ہے
یا اخا کل مضاف | یا اخا من لا اخالہ

Marfat.com

اے وہ کہ تو ہر اس شخص کا بھائی ہے جو تجھ سے تعلق پیدا کرے اور جس کے کوئی عزیز واقارب نہ ہو۔ تو اس کا عزیز واقارب ہے۔

یا اخا النعمان فک الیوم صیفاً قداتی لہ

اے نعمان کے بھائی آج تو ایسے شخص کو نجات دلا جو نعمان کا مہمان ہو کر آیا تھا۔

ظالما عالج کرب الموت لا یُنعمُ بالہ

وہ کب سے موت کی سختیاں برداشت کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے دل کو قرار نہیں۔

پتھر کا دل بھی ہوتا تو اس دردناک التجا کو سن کر متاثر ہو جاتا لیکن نعمان کا صاحب الروافہ کسی اور ہی مٹی کا بنا ہوا تھا۔ صاف انکار کر دیا کہ میں تمہارا کفیل نہیں ہو سکتا لیکن ہر شخص ابوالحوفزان ہی نہ تھا پاس ہی ایک خدا کا بندہ قراد بن اجدع بھی کھڑا تھا جسے قبیلہ بنی کلب سے نسبت تھی آگے بڑھ کر نعمان سے کہنے لگا کہ میں حنظلہ کی ضمانت دیتا ہوں اگر وقت مقررہ پر نہ لوٹے تو میری گردن اس کی جگہ حاضر ہے۔ نعمان نے ایسے بڑے بڑے عمال کے موجود ہوتے ہوئے مزید حجت نہ کی اور حنظلہ کو پانچ سو اونٹ دے کر ایک سال کی مہلت پر گھر جانے کی اجازت دی۔ اور اس کے ضامن کو صاف جتا دیا کہ اگر یہ سال بھر کے بعد اسی دن حاضر نہ ہوا تو تمہاری خیر نہیں۔

اس واقعہ کو ایک سال گزر گیا اور نعمان کے یوم البؤس کو صرف ایک ہی دن رہ گیا۔ نعمان اس شبہ میں زمانہ کی روش اور فطرتِ انسانی کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے حق بجانب تھا کہ حنظلہ کبھی اپنا وعدہ وفا نہ کرے گا چنانچہ اس دن کی شام کو جس کی اگلی صبح یوم البؤس کی خوں چکاں ہیبتیں اپنے ساتھ لانے والی تھی۔ نعمان نے قراد سے کہا ما اراک الا ھالکا غداً یعنی تو مجھے اس طرح نظر آرہا ہے کہ کل ہلاک ہو جائے گا۔ قراد نے چھوٹتے ہی جواب دیا۔

فان یاک صد رھذا الیوم ولی فان غداً النا ظرہ قریب

بام سے گر پھینک دے امروز طشت ہے نظر سے منظر فردا قریب

اس شعر کا یہی دوسرا مصرعہ ہے جو آج تک ضرب المثل چلا آتا ہے۔

مثل کی تاریخ تو پوری ہو گئی۔ لیکن ناظرین جاننا چاہتے ہوں گے کہ قراد بن اجدع کے ایثار و فدویت اور حنظلہ کے وعدے کی شان ایفا کا خاتمہ کس طریق پر ہوا۔ اس لئے اس حکایت لذیذ کو ہم دراز تر کرتے ہیں۔

دوسرے دن صبح سویرے ہی نعمان بن منذر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خیل وحشم کے

Marfat.com

ساتھ حسب معمول ''غریین'' کی طرف روانہ ہوا۔اور دونوں مناروں کے درمیان پہنچ کر ٹھہر گیا بے چارے قراد کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔نعمان نے حکم دیا۔کہ اسے قتل کیا جائے لیکن وزراء نے عرض کی کہ اس کے قتل میں جلدی نہ کیجئے۔ابھی تو دن چڑھا ہی ہے۔کیا عجب ہے کہ حنظلہ ایفائے عہد کرے اور شام ہونے سے پہلے آپہنچے۔نعمان اگرچہ ظالم تھا لیکن میزبان نوازی کی وہ خواہش جو ایک احسان مند عرب کا سب سے بڑا وصف ہے اس رات کی یاد میں جو اس نے طائی خیمہ کے اندر جنگل میں گزاری تھی رہ رہ کے اس کے دل میں چٹکیاں لیتی تھی وہ نہ چاہتا تھا کہ حنظلہ قتل ہو۔اسی لئے یوم البؤس کی بھینٹ وہ قراد ہی کے سر کو بنانا چاہتا تھا۔اور اس کے قتل میں جلدی کرتا تھا لیکن وزراء کا اصرار بھی ایسا نہ تھا کہ ٹل سکے بادل ناخواستہ اس نے قراد کے قتل کو شام تک ملتوی کر دیا۔

آفتاب کائنات کی مسافت کو طے کرتا ہوا آخر افق کی مغربی منزل میں پہنچا لیکن ابھی تک حنظلہ کا کہیں پتہ نہ تھا نطع یعنی وہ مدور چرمین بساط جس پر خونیوں کی گردن ماری جاتی ہے بچھی ہوئی تھی قراد صرف ایک تہمد باندھے قتل ہونے کے لئے تیار اس پر کھڑا تھا جلاد کے تیغہ کی برش رگِ گلو سے ہم زبان ہونے کے لئے منتظر تھی مجرم کے خویش واقارب غم کی تصویر بنے کھڑے تھے اور اس کی بیوی دردناک لے میں یہ بین کر رہی تھی۔

ایا عین بکی لی قراد بن اجدعا — رھینا لقتلٍ لا رھینا مودعا

اجدع کے غم میں اے مری آنکھ اسکبار ہو — یہ یرغمال قتل ہے کب واگزار ہو

اتتہ المنایا بغتۃً دون قومہ — فامسی اسیرا حاضرا لبیت اضرعا

آئی اسی کو مرگ مفاجات قوم میں — بے چارگی کی موت سے کس کو فرار ہو

اس عالم کرب و بلا میں ایک شخص دور سے آتا ہوا دکھائی دیا۔قریب تھا کہ جلاد کا تیغہ قراد کی گردن پر گرے۔حاضرین یک زبان ہو کر بولے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص آ رہا ہے کون ہے جلاد کو چاہئے کہ اپنا ہاتھ روکے رکھے۔نعمان نے اشارہ کیا۔اور جلاد ٹھہر گیا اتنے میں وہ شخص قریب آ گیا۔دیکھا تو وہ طائی تھا نعمان نے جب اسے دیکھا تو اس کا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا اور کہا کہ کیا چیز تھی جو تجھے واپس لائی حنظلہ نے جو جواب دیا وہ اس زمانہ کی عزیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے کہنے لگا کہ مجھے پاس عہد کشاں کشاں موت کی طرف لے آیا نعمان نے حیران ہو کر پوچھا کہ وہ قوت کیا تھی جس نے تجھے پاس عہد پر برانگیختہ کیا حنظلہ نے کہا کہ وہ قوت

Marfat.com

میرا دین ہے۔

حنظلہ کی اس بات کا نعمان کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت قراد اور حنظلہ کا خون تو معاف کر دیا اور یوم بؤس و یوم نعیم کی یادگار منانی بھی چھوڑ دی۔ ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ ''غربین'' کو پیوند زمین کر دیا جائے اب اس دن سے اس کی زندگی ہی بدل گئی وہ بے اختیار پکار اٹھا۔

واللہ ما ادری ایھما ادنی و اکرم؟ اھذا لذی نجامن القتل فعاد اما لذی ضمنہ؟ واللہ لا اکون الا م الثلا ثۃ.

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں زیادہ باوفا اور بڑا شریف کون ہے وہ جو قتل سے بچ گیا تھا مگر پھر قتل ہونے کے لئے واپس آیا یا وہ جس نے اپنی جان کی ضمانت دی تھی خدا کی قسم میں ان دونوں شریفوں میں تیسرا لئیم ورذیل بننا نہیں چاہتا۔

روما و کارتھج اور عرب کا موازنہ

جس عربی مثل کی تاریخ ہم نے بیان کی ہے اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے۔ وہ ناتمام رہ جائیگا۔ اگر ہم رومتہ الکبریٰ کے شاندار ترین عہد کا ایک واقعہ بر سبیل تقابل پیش کر کے یہ نہ بتائیں کہ بت پرست اور غیر مہذب عرب اپنی فطرت کے اندر حق پسندی کا ایک چمکتا ہوا جوہر شروع ہی میں ایسا رکھتا تھا جس پر رومان اور یونان اور کارتھج کے تمدنی خزانے نثار کئے جا سکتے ہیں یہ واقعہ نعمان بن منذر کے عہد سے ۸۵ سال پہلے کا ہے جبکہ روما اور کارتھج ایک جاں ستاں آویزش میں مصروف تھے اور روما نے اپنے جی میں ٹھان لی تھی کہ کارتھج کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے رومائی جرنیل رگیولس مارکس اٹیلیس تین سو تیس جہازوں کا بیڑا لے کر ۲۵۶ء قبل مسیح میں افریقیہ پر حملہ آور ہوا۔ اور کارتھج والوں کے ایک جرار بیڑے کو جو امیر البحر ہلکار کے زیر حکم تھا شکست دے کر افریقیہ میں فوجیں اتار دیں رگیولس کا شریک کار ایک اور مشہور رومانی جرنیل ''مین لی ایس دلسولا نکس'' تھا جس نے اس مہم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ افریقیہ میں فوجیں اتارنے کے بعد دونوں جرنیلوں نے پہلے شہر ''کلا پیپا'' کو سر کیا اور اسے اپنا صدر مقام قرار دے کر دولت کارتھج کا تمام علاقہ حوالہ تیغ و آتش کرنا شروع کیا۔

موسم زمستان کے قریب آنے پر حکومت روما نے غیر مآل اندیشی کی راہ سے آدھی افریقی

Marfat.com

فوج واپس بلا لی۔اور بقیہ نصف کورگیولس کے زیر کمان ساری مہم سر کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔کارتھج نے بسر کردگی ''ہملکار'' و''بوستار'' ایک زبردست فوج حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے تیار کی تھی۔اور فیلانِ کوہ پیکر کی کئی مہیب قطاروں کے علاوہ ہزارہا سواروں کے متعدد جرار دستے مرتب کئے تھے۔دونوں فوجیں جب آمنے سامنے ہوئیں تو مدتوں کی رقابت نے ایک ہی فیصلہ کن تصادم میں اپنے ارمان نکال لئے گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے پشتے لگ گئے اور آخر رومائی شجاعت جس کی سپہ گری اور شان کو نظم و ترتیب نے استوار کر رکھا تھا غالب آئی پندرہ ہزار کارتھج والے کھیت رہے اور پانچ سو قیدی اٹھارہ زنجیر فیل کے ساتھ رگیولس کے ہاتھ آئے۔

اس شاندار فتح نے رگیولس کے حوصلے بہت کچھ بڑھا دیئے۔اور وہ یلغار کرتا ہوا پایہ تخت کارتھج سے بیس میل کے فاصلہ پر پہنچ گیا۔دولت کارتھج کو اگر روماہی سے نمٹ لینا ہوتا تو وہ کبھی جی چھوڑ نہ بیٹھتی لیکن شومیٔ قسمت سے اس کے ایک صوبہ ''نیومیدیا'' میں آتش بغاوت مشتعل تھی اور اسے یہ آگ بھی ساتھ ہی ساتھ فرو کرنی تھی۔اس لئے اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ روما سے صلح کر لے۔

رگیولس ایک جری سپاہ سالار تو تھا۔لیکن ایک نکتہ رس مدبر نہ تھا دولت کارتھج کی طرف سے جب نامہ پیام کی سلسلہ جنبانی ہوئی تو مدبرانہ کسر وانکسار سے کام لینے کی بجائے رگیولس نے فاتحانہ غرور اور وہ بھی رومائی غرور کو اپنا شعار بنایا۔اور صلح کے وفد سے بہ کمال رعونت کہا کہ تم لوگوں کی امان کی طرف یہ شکل ہے کہ ہتھیار ڈال دو۔اور بلاشرط اطاعت قبول کرو۔

کارتھج اگرچہ دب گیا تھا۔مگر ابھی تک پرانی آن بان قائم تھی اور اب بھی اس راکھ میں تھوڑے سے شرر دبے ہوئے تھے۔کارتھج کی سطوت کی بجلی جو ہزمیت کے ابر میں تھوڑی دیر کے لئے غائب ہوگئی تھی نائرۂ غضب بن کر کوندی اور بساط جنگ پھر سے نئے خونریزانہ اشتداد کے ساتھ بچھا دی گئی۔تقدیر یہ کچھ یونانی سرفروشوں کو جن کی شجاعت ان دنوں سونے چاندی کے عوض خریدی جاسکتی تھی کارتھج لے آئی تھی۔اور ان کا سرگروہ ''زن تھابس'' جو ایک مقدونی سپاہی تھا۔فنون سپہ گری میں سرآمد روزگار تھا۔کارتھج کی فوج اس کے حوالہ کی گئی۔اور اس نے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا۔کارتھج کی دیواروں کے نیچے حریفوں کا مقابلہ ہوا۔اور رگیولس کی فتح شکست سے مبدل ہوگئی۔تیس ہزار رومائی اس خوفناک لڑائی میں کام آئے۔اور رگیولس گرفتار کر لیا گیا رومن فوج میں سے صرف دو ہزار سپاہی بچے۔جو بحال تباہ سر پر پاؤں رکھ کر کلا پیپا پہنچے۔یہ واقعہ

Marfat.com

عظمیٰ ۲۵۵ء قبل مسیح کا ہے۔

رگیولس پانچ سال تک کارتھج میں قید رہا۔ اس عرصہ میں چرخ نیلوفری کی ایک اور گردش نے فتح ونصرت کا پلہ رومانیوں کی طرف جھکا دیا۔ اور رومائی جرنیل مٹیلس نے کارتھج کی فوج کو ایک سخت شکست دے کر دولت کارتھج کو پھر مائل بہ آشتی کردیا تھا۔ جس نے ایک مصالحانہ وفد ہملکار اور بوستار کی سرکردگی میں رومتہ الکبریٰ روانہ کیا۔ اس وفد کے ہمراہ رگیولس بھی بھیجا گیا تاکہ اپنے اثر سے حکومتِ روما کو صلح پر مائل کرے۔ اور معاہدہ کی شرائط جہاں تک حالات اجازت دیں بحق کارتھج طے کرادے۔

روانگی سے پہلے رگیولس سے عہد لیا گیا تھا۔ کہ اگر صلح نہ ہو تو واپس کارتھج آجائے اور اس نے باحلف وعدہ کیا تھا کہ اپنے عہد کا پابند رہے گا۔

روما پہنچ کر جب ارکان حکومت کے اجلاس میں ہملکار د بوستار کی جانب سے شرائطِ صلح پیش ہوئیں۔ تو بجائے اس کے کہ رگیولس ان کی ہاں میں ہاں ملاتا۔ اس کی حب وطنی اور غیرت ملی ذاتی اغراض پر غالب آگئی اور اس نے حکومت کو بہ تاکید تمام جنگ جاری رکھنے کا مشورہ دیا۔ اور یہ مشورہ دیا بہ طیب خاطر قبول کرلیا گیا۔

اسی فیصلہ کے لحاظ سے ہملکار اور بوستار قید کر کے روما میں رکھ لئے گئے۔ خیال ہوسکتا تھا کہ رگیولس اپنی قسم کو جو دشمن نے بحالت اسیری اس سے لی تھی۔ توڑ کر پھر زندان میں واپس جانا گوارا نہ کرے گا لیکن یہاں ہمیں شرافت انسانی ایک تاریک بُت پرست دنیا کے اندر اپنی اصلی شکل میں چمکتی ہوئی نظر آتی ہے حکومتِ روما مُصرِ ہوئی کہ رگیولس کارتھج کو نہ جائے۔ خود رگیولس کے بیوی بچوں اور خویش واقارب نے رو رو کر منتیں کیں۔ کہ ایک باعزت زندگی کی خوشیاں چھوڑ کر وہ بے آبروئی کی موت کے منہ کا نوالہ نہ بنے۔ لیکن رگیولس حقارت کی ہنسی ہنسا اور کہنے لگا کہ کیا اس میں عزت ہے کہ میں اپنے قول سے پھروں۔ اور گو طرح طرح کے عذاب دے کر مار ڈالا جاؤں۔ لیکن دنیا میں نام چھوڑ جاؤں اور زندۂ جاوید ہو جاؤں۔

اس شریفانہ عزم کے ساتھ اپنے اہل وعیال اور اپنے تمام ہموطنوں کو ماتم کرتا ہوا چھوڑ کر رگیولس نے اطالیہ کے ساحل سے ہمیشہ کے لئے لنگر اٹھایا۔ اور کارتھج جا پہنچا۔ کارتھج والوں کو جب کل واقعہ کا علم ہوا۔ تو ان کے غیظ وغضب کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور انہوں نے اپنے بیکس مگر شریف النفس قیدی کے ساتھ وہی سلوک کیا جس کا اسے خطرہ تھا۔ یعنی سخت جان گزا عذاب دے

Marfat.com

دے کر اُسے ہلاک کیا۔اس وحشیانہ سلوک کی خبر جب روما پہنچی تو حکومتِ روما کی آتش انتقام بھی برافروختہ ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ ہملکار اور بوستار رگیولس کے خاندان کے حوالہ کئے گئے۔اور ان دونوں نے بھی وحشیانہ عذاب میں گرفتار ہو کر تڑپ تڑپ کے جان دی۔

اس واقعہ کا نعمان وحنظلہ وقراد کے واقعہ سے مقابلہ کیجئے۔اور پھر دیکھئے کہ شرافتِ نفس کا حقیقی آئینہ دار کون ہے۔روما د کارتھج یا عرب؟

روما کے حیرت انگیز تمدن کارتھج کی شاندار تہذیب کے افسانوں سے تاریخ مغرب کے ورق کے ورق بھرے پڑے ہیں لیکن ان دولتوں کی متفقہ تہذیب رگیولس کی جان نہ بچا سکی۔کہ وفائے عہد و پاس پیمان کی خاطر وہ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر کارتھج آتا ہے مگر کارتھج کی شائستگی اس شرفِ نفس کی یہ قدر کرتی ہے کہ اس کا سر بحوالہ ٔ شمشیر کیا جاتا ہے۔پھر روما اس کا انتقام لیتا ہے تو ہملکار و بوستار سے لیتا ہے جن کا خود کوئی قصور نہ تھا لیکن اس کے مقابل عرب کی یہ حالت تھی کہ ایک ظالم ترین بادشاہ ایک جفا پیشہ ستمگار کو بھی پاس عہد کی اتنی رعایت منظور ہے۔اور جس تہذیب کی وہ ایسی قدر کرتا ہے کہ اپنی عادت بدل ڈالتا ہے مگر اپنے مجرموں پر آنچ نہیں آنے دیتا۔

عرب قدیم کی یہی شرافت تھی جس کی جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص انداز میں ایما فرمایا تھا کہ خیار کم فی الجاھلیة خیار کم فی الا سلام۔

تم میں سے جو لوگ عہدِ جاہلیت میں اچھے تھے۔اسلام نے انہیں اور بھی اچھا بنا دیا۔

امثال

(۲)

اِنّ اَخاکَ مَن اٰسَاکَ

(حقیقت میں تیرا بھائی وہ ہے۔جو اپنے اوپر تجھ کو ترجیح دے)

حکیمِ شیراز گلستاں میں کہتے ہیں۔

دوست آں باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشاں حالی و درماندگی
دوست مشمار آں کہ در نعمت زند

لاف یاری و برادر خواندگی

یہ کس قدر سچی حقیقت ہے۔اور زندگی کا کیسا صحیح فلسفہ ہے اچھے وقتوں کا سب کوئی ساتھی ہوتا ہے۔لیکن مصیبت میں کتنے ہیں جو ساتھ دیتے ہیں۔شاید ایک بھی نہ ہو۔ورنہ یہ کیوں کہا جاتا۔کہ

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

سعدی کو اس صداقت کے اظہار کے لئے باوصف اس انتہائی بلاغت کے جس میں انہیں خاص امتیاز حاصل ہے۔ایک نہ دو اکٹھے چار مصرعے کہنے پڑے لیکن خزیم بن نوفل الہمدانی نے اسی سچائی کو چار لفظوں میں ادا کر دیا۔ان اخاک من اساکیعنی حقیقت میں تیرا بھائی وہی ہے جو تیری اغراض کو اپنی اغراض پر مقدم رکھے اپنی جان سے تیری جان کو عزیز جانے۔اور آڑے وقت اس طرح تیرے کام آئے۔کہ خود اپنے کام بھی اس طرح نہ آتا ہو۔

ضرب المثلیں اس طرح تیار نہیں کی جاتیں۔کہ ایک حجرہ میں قلم دوات لے کر بیٹھ گئے اور دماغ پر زور ڈال کر ایک دل خوش کن جملہ تصنیف کر دیا۔بلکہ جس طرح جھکڑ کے چلنے کالی گھٹاؤں کے اُٹھنے اور بجلی کے کوندنے کے بعد قطرۂ باراں پہنائے دریا پر گرتا ہے اور تخیل قدیم کے رُو سے شکمِ صدف میں پرورش پا کر لولوئے شاہوار بن جاتا ہے۔اسی طرح امتحان گاہِ حیات کی کٹھن وادیوں میں مشقتیں اُٹھانے اور کڑیاں جھیلنے کے بعد مُنہ سے دفعتہً وبختتہً کوئی ایسا جملہ نکل جاتا ہے جو زندگی کے تجربہ کا نچوڑ ہوتا ہے۔اور پھر وہی جملہ ادب کے گنجِ شائگاں میں داخل ہو کر عروسِ معنے کے بنا گوش کا آویزہ بن جاتا ہے۔

ضرب المثل زیرِ تنقید کی ابتدا بھی یوں ہی ہوئی تھی۔عرب قدیم میں ایک شخص گزرا ہے جس کا نام نعمان بن ثواب العبدی تھا۔اس کے تین بیٹے تھے۔سعد،سعید،ساعدہ۔نعمان اپنے اقران و اماثل میں شرف ومجد اور دانش وفرزانگی کے لحاظ سے سربرآوردہ تھا۔ازبس کہ عمر بہت بڑی پائی تھی۔اس کی بات سب مانتے تھے اور اس کے پند وموعظہ کے آگے بڑے بڑے فرزانوں کا سر جھکتا تھا پر باغ پر برف کی بارش ہوتے ہوئے جب کئی سال گزر چکے۔تو باغ پر خزاں آئی بڈھے باپ نے اپنے تینوں جوان بیٹوں کو بسترِ مرگ پر بلایا۔اور چلتے چلتے کچھ وصیتیں کیں جن کا ایک ایک حرف آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

Marfat.com

تینوں بھائیوں میں سعد اپنی بے مثل شجاعت کے لحاظ سے مشہور تھا عرب کے سورماؤں میں کوئی اس کی ٹکر کا نہ تھا۔کبھی ایسا اتفاق پیش نہ آیا کہ اس کے مقابلہ پر کوئی آیا ہو۔اور اس پر غالب رہا ہو کبھی یہ بات سننے میں نہ آئی کہ اس نے میدان نبرد میں تلوار نیام سے کھینچی ہو اور اپنے حریف کو پیٹھ دکھائی ہو۔دوسرا بھائی سعید عظمت مراتب وجلالت قدر میں اپنے باپ کا مماثل تھا اور نعمان کے تمام اوصاف اس کی ذاتِ حمیدہ میں جمع تھے لیکن سب سے چھوٹے بھائی ساعدہ نے لاابالی مزاج پایا تھا۔شرابیں پیتا تھا اور رنگین مزاج احباب کی صحبت میں دن رات عیش وعشرت سے بسر کیا کرتا تھا۔

نعمان نے سب سے اوّل سعد کو بلایا۔اور اس سے کہا۔کہ بیٹا میں تو اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوں چلتے چلتے میری ایک آدھ نصیحت کان میں ڈال لو۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ تلوار خواہ اس کی باڑھ کیسی ہی تیز کیوں نہ ہو کند بھی ہو جایا کرتی ہے گھوڑا خواہ وہ کتنا ہی ثابت قدم کیوں نہ ہو کبھی کبھی ناخن بھی لیا کرتا ہے نقش خواہ کس درجہ ہی شوخ کیوں نہ ہو ہٹ بھی جایا کرتا ہے اس لئے اگر تم زرہ بکتر لگا کر اور چکی بنے ہوئے جنگ کے دنگل میں اترو جہاں یہ حالت ہو رہی ہو کہ چاروں طرف سے شعلہ دار وگیر لپک رہا ہو بڑے بڑے سورما لرز رہے ہوں۔ناتواں غلبہ پا رہے ہوں۔اور دل کے لودے بھی جرأت کی پھریری لے رہے ہوں تو ایسے وقت میں مصلحت اسی میں ہے کہ دیر ودرنگ ذرا بھی نہ کرو۔اور اپنے حریف کو ہرگز یہ موقع نہ دو کہ وہ تمہیں نیچا دکھا سکے موقع آن پڑے تو پیٹھ دکھانے میں بھی عار نہ سمجھو۔لیکن شرط یہ ہے کہ ایسی روگردانی عام مصالح پر مبنی ہو۔انتقام لینا ہو۔تو کسی حالت میں راہِ فرار اختیار نہ کرو کہ کامیابی اسی کے لئے مقدر ہوتی ہے جو منتقم ہو مدافعت میں نہ پڑو بلکہ ہمیشہ جارحانہ پہلو ملحوظ رکھو۔
سعد کے بعد منجھلے بیٹے سعید کی باری آئی۔اس کو نعمان نے ان الفاظ میں وصیت کی۔

مردنجی کے لئے بخل سزاوار نہیں۔متاع کہنہ ونو جو کچھ بھی ہو۔اسے صرف کر ڈالو۔حاجت مند کو لیت ولعل میں نہ ٹالو تاکہ دنیا میں تمہاری جوانمردی کا شہرہ ہو۔تم کو ہمیشہ اپنی قوتِ بازو پر بھروسہ کرنا چاہئے کسی دوسرے پر اعتماد کرنا شیوۂ احتیاط نہیں۔اس امتحان میں بہت کم لوگ پورے اترتے ہیں تم اپنے بھائیوں کو بھی آزماؤ گے تو دیکھ لو گے کہ قول کے سچے اور بات کے پورے اور دھن کے پکے ان میں گنتی ہی کے ہوں گے۔بھلائی ہمیشہ کرو لیکن ان کے ساتھ جو اس کے اہل ہوں۔

Marfat.com

سعید یہ قیمتی نصیحت سن کر چلا گیا اور سب سے آخر میں ساعدہ آیا جو شراب و کباب و چنگ ورباب کا رسیا تھا۔ باپ نے اس سے کہا۔

جانِ پدر! شراب خری بڑی بُری چیز ہے جو شخص کثرت سے شراب پیتا ہے اور خم پر خُم لنڈھائے چلا جاتا ہے۔ اس کے قلب میں مادہ فساد پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی روزی گھٹ جاتی ہے اپنے یاروں دوستوں کو بھی اچھی طرح پرکھ لیا کرو یہ لوگ شہد کی مکھیاں کی طرح جب تک تمہارا دسترخوان وسیع ہے ان کا تمہارے گرد جمع ہوگا لیکن جب تمہارا ہاتھ کشادہ نہ ہوگا تو تمہیں ان کی صورت بھی نظر نہ آئے گی۔ ایک بات اور سن لو اپنے اہل بیت کی حمایت تم پر فرض ہے اپنے مد مقابل کی اعانت کا خیال رکھو اور سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ تمہیں ہر بات میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ کہ اسی سے تم کامیاب رہ سکتے ہو۔

بیٹوں کو یہ وصیتیں کر کے نعمان نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں اور جب اس کی تجہیز و تکفین سے فراغت ہو چکی تو سب سے اوّل منجھلے بیٹے سعید کو یہ خیال پیدا ہوا کہ باپ کی وصیت پر عمل کرے اور اپنے دوستوں اور بھائیوں کو آزمائے یہ بات جی میں ٹھان کر اس نے ایک مینڈھا ذبح کیا اور اسے اُٹھا کر اپنے خیمہ کے ایک گوشہ میں لے گیا۔ جہاں اس نے اسے ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا اس حیلہ سے فارغ ہو کر اس نے اپنے بعض معتمد علیہ دوستوں میں سے ایک کو بلایا اور کہا کہ بھائی جان! آج ایک بڑی مصیبت آپڑی ہے آپ پر میرے بڑے بڑے حقوق ہیں یقین ہے کہ اس آڑے وقت میں آپ میرے کام آئیں گے۔ دوست نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں میں دل و جان سے خدمت کو حاضر ہوں مگر فرمایئے تو وہ کونسی ایسی افتاد نا گہانی ہے جو آپ پر آپڑی ہے سعید نے جواب دیا۔ کہ بات اصل میں یوں ہے کہ میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے وہ دیکھو خیمہ کے گوشہ میں اس کی لاش کپڑے سے ڈھکی پڑی ہے جب تک میں اس لاش کو ٹھکانے نہ لگادوں میں خطرہ سے محفوظ نہیں اس میں تمہاری مدد چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مل کر لاش کو لے جائیں اور کہیں چھپا دیں۔ دوست نے یہ سنتے ہی ہاتھ کانوں پر دھرے اور کہا کہ حضرت بس مجھے معاف کیجئے بندہ آپ کی گوں کا نہیں۔ یہ کہہ کر دوست صاحب تو چمپت ہو گئے۔ اور سعید نے خیمہ سے نکل کر ایک اور پرانے لنگوٹیے سے اپنی حاجت بیان کی۔ کہ یہ حضرت رفاقت و اخوت کے بڑے لانبے چوڑے دعوے کیا کرتے تھے لیکن جب سعید اپنی کہانی الف ابجد سے لے کر تائے تمت تک ختم کر چکا۔ تو ان دوسرے بھائی صاحب نے آنکھیں نکال کر اس لہجہ میں کہ گویا آپ اباً عن جد

Marfat.com

معصوم من الخطا چلے آتے ہیں۔ فرمایا کہ خوب آپ بھائی چارے کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایک بیگناہ کے قتل پر پردہ ڈال کر آپ کا ممد و معاون بنوں نا صاحب مجھ سے ایسی ناشدُنی حرکت کی توقع ہرگز نہ رکھئے۔ اس دوسرے دوست سے بھی ٹکا سا جواب سن کر سعید نے اسی طرح بہت سے دوستوں سے التجا کی۔ اور سب کی جانب سے ایسے ہی جواب ملتے رہے۔ اور نقش وفا کہیں بھی وجہ تسلی نہ ہوا۔ کہ یہ لفظ شرمندۂ معنی ہونے کے لئے بنایا ہی نہ گیا تھا۔

لیکن جوئیذہ یابندہ دنیا اچھوں سے بالکل ہی خالی نہیں ہوگئی ہے سارے دوست نانی وزبانی ہی نہیں ہوتے کچھ جانی بھی ہوتے ہیں آخر سعید اپنے ایک دوست خزیم بن نوفل سے ملا۔ جو سراپا صدق وصفا تھا۔ سعید نے جب اس کے سامنے بھی حسب معمول کل ماجرا دہرایا اور تان استمداد پر توڑی تو خزیم نے کہا۔ کہا پنے اس غلام کے علاوہ جو ہماری باتیں کھڑا سن رہا ہے تم نے اس واقعہ کی اطلاع کسی اور کو تو نہیں دی سعید نے کہا کہ بجز میرے اور تمہارے یا اس میرے غلام کے کسی اور شخص کو میرے راز کی کانوں کان خبر نہیں۔ خزیم نے معنی خیز لہجے میں پھر استفسار کیا کہ اپنے لفظوں کو اچھی طرح جانچ تول لو کہ جو کچھ کہہ رہے ہو اس میں کچھ فرق تو نہیں سعید نے کہا کہ سرِ مو فرق نہیں۔

یہ سنتے ہی خزیم نے میان سے تلوار کھینچ لی۔ سعید ہکا بکا رہ گیا کہ اس نے شمشیر عریاں کیوں کی۔ لیکن قبل اس کے کہ اس کے مُنہ سے کوئی بات نکلے یا وہ بیچ بچاؤ کر سکے۔ خزیم نے ایک ہی تلے ہوئے وار میں غلام کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کہا کہ لیس عبد اخالک یعنی تیرا غلام پاس اخوت و مراعات حق برادری میں تیرا بھائی نہیں ہو سکتا یہ مثل اسی وقت سے زبان زدِ خلائق ہو گئی۔

سعید کے دل پر اپنے غلام کی تڑپتی ہوئی لاش کو دیکھ دیکھ کر جو گزری سو گزری۔ بے اختیار اس نے خزیم سے کہا کہ تجھ پر خدا کی سنوار یہ نامعقول حرکت تو نے کیا کی۔ اس کے جواب میں خزیم نے اپنے قول اوّل کا تکملہ اس طرح کیا۔ انّ اخاک من اساک کہ یہی وہ مثل مشہور ہے جس کی تاریخ ہم لکھ رہے ہیں اس پر سعید نے اصل حقیقت کہہ سنائی اور مینڈھے کے ذبح کرنے ۔ دوستوں اور بھائیوں کو آزمانے اور بجز خزیم کے اور سب کے اس آزمائش میں پورا نہ اترنے کی کیفیت من و عن بیان کی۔ سعید کی داستان اگرچہ ہمہ تن امتنان تھی لیکن غلام کے قتل کے واقعہ نے انداز بیان میں شکوہ اور ملامت کو بھی ملا دیا تھا اس پر خزیم نے ایک اور بلیغ فقرہ کہا کہ وہ بھی آج کے دن تک ضرب المثل ہے سبق السیف العزل یعنی ملامت پر تلوار سبقت لے گئی۔

یہ مثل اختیار کا ایک دل آویز مرقع پیش کرتی ہے کہ جب اسلام نہ تھا اس وقت بھی عرب کے آداب و اخلاق میں قدیم ترین تمدن عرب کے بعض خصائص فاصلہ کی شعاعیں کیسی جھلک رہی تھیں اسلام نے یہی شعاعیں اور روشن کر دیں جن سے سارا زمانہ جگمگانے لگا۔ اور اس تمدنی کمزوری کی بھی پوری اصلاح کر دی جو سعید کی اعانت میں پیشدستی دکھانے کے باعث بے گناہ غلام کے قتل کا باعث ہوئی۔ کہ

مسلمان کے لئے تسرّع فی الحکم کسی حالت میں بھی روا نہیں۔ اسلام نے صرف ایک چیز میں تسرّع جائز رکھا ہے اور وہ تسرّع فی المغفرہ ہے۔

ہم پر خدا کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کی نعمت ہمیں عطا کی۔

مناظرات

نوشیروان اور نعمان کا مناظرہ

زشیر	شتر	خوردن	سوسمار
عرب	رابجائے	رسید	است کار
کہ	گویند	نوشیرواں	راتفو
عجم	برِ	برارند	روئے خیو

عرب کے عہد جاہلیت نے دنیائے بلاغت کے لئے نثر کی جو میراث چھوڑی تھی اس کا ایک حصہ تو مثلیں تھیں جن کے نمونے اس سے پہلے لکھے جا چکے ہیں لیکن ایک دوسرا حصہ مناظرات بھی ہیں جن کا ایک آدھ واقعہ روایات نے اب تک محفوظ رکھا ہے۔ عربوں نے مناظرہ کے لئے جو طریقہ نکالا تھا اس کا ایک قاعدہ کلیہ یہ تھا کہ مناظر ک نظیر ک لفظ ''مناظرہ'' اور لفظ ''نظیر'' دونوں کا ماخذ ایک ہی ہے لہٰذا اپنے کسی مناظر کو حقیر نہ جانو اور ناحق کوشی سے اس پر غالب آنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ ''مناظر'' بھی تمہاری ہی ''نظیر'' ہے۔

اس ذیل میں ابن القطامی نے ایک عظیم و جلیل مناظرہ کی روایت زیب تاریخ کی ہے جو عربوں کے متعلق ایران میں ہوا تھا۔

عرب کا وہ حصہ جس کا دار الملک ''حیرہ'' تھا۔ ساسانی سلطنت کی سیادت اس پر سایہ فگن

Marfat.com

تھی۔ کسریٰ نوشیرواں ان دنوں ایران کا شہنشاہ تھا۔ جس کی سطوت سارے ایشیا ہی پر حاوی نہ تھی بلکہ دولتِ روما کو بھی اس کے ساتھ مُدارا و دوستی رکھنے کی ضرورت تھی۔ ایران نے اس اس کے متعدد علاقے چھین لئے تھے جن کی واپسی تک اسے متواضع رہنا ضرور تھا۔

تخت گاہ ایران (مدائن) میں نوشیروانی دربار منعقد ہے۔ عظمائے مملکت و امرائے سلطنت صف بستہ کھڑے ہیں۔ داخلی وفود اور خارجی سفارتیں خاص طور پر حاضر دربار ہیں۔ روما، چین، ہندوستان اور عرب نے بھی اپنے اپنے قائم مقام بھیجے ہیں جو نوبت بہ نوبت سریر نوشیروانی کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور مؤدبانہ انداز میں اپنے اپنے حکمران کی ہوا باندھتے ہیں۔ اپنے اپنے ملک کی بادخوانی کرتے ہیں۔ عرب کا قائم مقام نعمان بن منذر تاجدار حیرہ تھا۔ جو سب کے آخر میں پیش ہوا۔ مگر سب سے اوّل ''اگر دیر آمدم شیر آمدم شیر'' کے فلسفۂ عملیہ سے اسی نے ارکان دربار کو روشناس کرایا تقریر کرتے وقت اس کا بیان یہ تھا کہ قومِ عرب کی حریف دنیا بھر کی قومیں تہذیب و شائستگی میں نہیں ہو سکتیں یہ اتنا بڑا بول تھا جو نوشیرواں کی جلالت و جبروت کو خصوصیت سے ناگوار گزرا کہ بدیوں کی تعریف اور اتنی بڑی تعریف کہ ایرانی قوم پر بھی انہیں ترجیح دی جائے۔ یہ منتہائے گستاخی ہے کسریٰ نے اس احساس سے مغلوب ہو کر نعمان کو جن لفظوں میں مخاطب کیا ان کا ماحصل یہ تھا۔

نعمان! قومِ عرب اور دوسری قومیں میرے دائرہ اختیار سے باہر نہیں دنیا بھر سے جو وفد میرے دربار میں آتے ہیں۔ میں نے ان سب کے حالات دیکھے ہیں اور ان کے خصائص کو جانچتا رہا ہوں۔ کوئی قوم ایسی نہیں جس کی نسبت میری ایک خاص رائے نہ ہو۔ بصیرت ناقدہ نے سریرۂ نیرہ کی جانب میری راہ نمائی کی ہے اور میں نے رومیوں میں یہ خصوصیت پائی ہے۔ کہ وہ مالوف الاجتماع عظیم التسلط کثیر المدن۔ وثیق البیان ہیں وہ ایک مذہب بھی رکھتے ہیں جو حلال کو حرام سے ممتاز کرتا ہے نادانوں کی سفاہت کو بڑھنے نہیں دیتا اور جاہلوں کو ایک نظام کے ماتحت رکھتا ہے۔

ہندوستانی قوم بھی ان خصائص میں رومیوں کی شریک ہے خصوصاً حکمتِ ہند۔ طب ہند۔ وسعتِ انہار۔ شیرینی اثمار۔ طیب اشجار۔ عجائب صنعت۔ دقت حساب۔ کثرتِ تعداد کہ ان سب میں ہندوستانی قوم کی قومیت ناقابل انکار ہے۔

اہل چین بھی اسی منزلت کے شایان ہیں۔ بالخصوص چینیوں کی بہ کثرت دستکاریاں،

Marfat.com

شہسواریاں اور جوانمردیاں آلاتِ حرب آہن گری میں ان کی بلند پایگی۔ کہ یہ باتیں ان کے مخصوصات میں ہیں۔ پھران کا ایک بادشاہ بھی ہے کہ انہیں مجتمع ومنظم رکھتا ہے۔

عربوں میں تو کچھ بھی نہیں۔ امور دین ودنیاوشئون حزم وقوت کے خصائل محمودہ میں کوئی ایسی چیز میں نے ان میں نہیں دیکھی جوان کی فضیلت پر دلیل ہو۔ ان میں ذلت وخواری ہے۔ صغرِ نفس ہے وحشی جانوروں اور سرگرداں طائروں کے ساتھ ان کی بودوباش ہے فقروفاقہ میں اپنی اولادتک قتل کرڈالتے ہیں ایک ایک کو کھاجاتا ہے اور کھائے جاتا ہے دنیا کے مائدہ فیض پر الوان طعام چنے ہوئے ہیں مگر وہ اس میز سے اٹھادیئے گئے ہیں زمانہ کا محل تشریفات اصناف لباس سے آراستہ ہے مگر وہاں سے وہ نکال دیئے گئے ہیں۔ شراب خانہ روزگار میں کیسے کیسے شریں ولطیف مشروبات ہیں مگر نوبت جب ان کی آتی ہے تو پیالہ سے لب تک منزلوں کی مسافت ہوجاتی ہے۔ تماشا گاہ ایام میں کیسے کیسے ملاہی وملذات ہیں مگر کوئی ایک بھی ان کو نصیب نہیں۔ مطعومات وماکولات میں ان کی جان اونٹ کے گوشت پر جاتی ہے اور یہ عجیب شے سب سے لذیذ مانی جاتی ہے۔ یہ وہی گوشت ہے جسے اکثر درندے بھی نہیں کھاتے۔ کیونکہ یہ نہایت ثقیل نہایت دیر ہضم نہایت مورثِ امراض ہے۔ اور یہ وہی اونٹ ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ مگر عرب اس پر بھی نازاں ہیں۔

اشتر صراحی گرونا داغم چہ خواہی کرونا
گردن درازی می کنی پنبہ نخواہی خوردنا

عربوں کی دنائت اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ کوئی مہمان آجائے تو رات کی رات اس کو سونے کے لئے جگہ دینے کو اہم الاعمال سمجھتے ہیں اور معمولی معیار انسانیت کو بطور سندِ شرافت پیش کرتے ہیں۔ مہمان کو اگر ایک دونوالے کھلادیئے تو یہ غنیمت بار وہ خاندان بھر کو ابدالآبادتک کے لئے شریف بتادینے کو کافی ہوگی۔ خود عربوں کے اشعار اس دنائت کی دلیل ہیں قصائد اس پر گویا ہیں مرد اس پر فخر کرتے ہیں اور عورتیں اس کا گیت گاتی ہیں۔

البتہ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ دیارِ یمن ادبارِ عرب کا سرمایہ دار نہیں یمن میں بے شک آثار وماثر ہیں زرہ وخفتان ہیں آبادیاں ہیں۔ قلعے ہیں اور ایسے امور ہیں جو بعض انسانی امور سے کسی قدر ملتے جلتے واقع ہوئے ہیں مگر یہ وہی یمن تو ہے جس کی اجتماع کی تاسیس اور مملکت کی تشہید میرے جدِ امجد نے کی تھی۔ اور دشمنوں سے اس کو محفوظ رکھا تھا۔

Marfat.com

بایں ہمہ عجیب حالت ہے طرفہ کیفیت ہے کہ اس ذلت وقلت پر اس نقر وفاقہ پر۔ اس خواری وخستگی پر لازم تو یہ تھا کہ عربوں میں سکون ہوتا مسکنت ہوتی مگر بوالعجبی تو یہ ہے کہ وہ اس پر بھی نازاں ہیں اتراتے ہیں انسانیت میں بھی اپنے آپ کو بڑھاتے ہیں اور سب سے اگلی صف میں بٹھاتے ہیں۔

نوشیرواں جب تک یہ تقریر کرتا رہا۔ نعمان بن منذر خاموش تھا۔ روئے زمین کی کسی حکومت کو فرد شکوہ کی نمودار یوں میں ساسانیوں سے دعویٰ ہمسری نہ تھا۔ اور نوشیرواں تو دولت ساسانیہ کا درۃ التاج تھا۔ اس کی چیرگی کو دیکھتے ہوئے خیرگی ہوتی۔ اگر عرب اس کے منہ آتے نعمان کی شخصیت خود بھی کوئی بہتر نمونہ عربیت نہ تھی عجمیت اس میں بھی سرایت کر گئی تھی اور عجمی طمطراق کا وہ دلدادہ تھا پھر بھی وہ عرب تھا اگر چہ ایک کمزور عرب تھا اور عرب کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو مگر جب قوم کے لئے بات آپڑے گی تو سارے جہان کا زور اس کی زبان میں آجائے گا۔ نعمان کا عربی خاصۂ عزت نفس وامتیاز قوم پرستی اس وقت ہر ایک احتیاط و دور اندیشی پر غالب آ گیا ۔کسریٰ کی قہاری اسے مرعوب نہ کر سکی۔ دماغ مبہوت نہ ہوا قلب میں تذبذب نہ آیا۔ عزم میں تزلزل نہ ہوا۔ اور بھرے دربار میں اس نے کسریٰ کو جواب دیا۔

نوشیروانی دربار میں سفارتوں کے پیش ہونے پر محل عرض نیاز میں شہر یار حیرہ (نعمان بن منذر) نے قوم عرب کے جو مکارم ومناقب گنائے تھے جن فضائل میں اس کو خیر الامم ثابت کیا تھا۔ اور خود ایرانیوں پر بھی عربوں کو ترجیح دی تھی حتیٰ کہ شہنشاہ کسریٰ نوشیرواں کو اس اطرار واغراق کا جواب تقول واختلاق سے دینا پڑا تھا۔ بلاغت کلام کو عربوں کی توہین وتنقیص وتہجین میں صرف کرنا پڑا تھا اشاعۂ ماضیہ میں شرح وبسط سے اس کی تعیین ہو چکی ہے لازم تھا کہ اس موقع پر عجم کی مہابت عرب کی صلابت غالب آتی اور طیرۂ سخن کی تاثیر نطق کسریٰ کا جواب سکوت نعمان سے دلاتی مگر ایسا نہیں ہوا۔ کہ ایک صادق الوجدان وثابت العزم عرب اپنی شخصی توہین تو شاید گوارا بھی کر سکتا ہے مگر اپنی قومیت کی توہین وہ ایک لحظہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتا نعمان خاموش تھا مگر اسی وقت تک خاموش تھا کہ کسریٰ کی منطق زوروں پر تھی اس کا فارغ ہونا تھا کہ بحر عرب جوش میں آ گیا اور نعمان نے کہا کہ اصلح اللہ الملک جس قوم کو تجھ سا بادشاہ ملے وہ کیوں نہ سامی الفضل عظیم الخطب عزیز المنزلتہ ہو بایں ہمہ۔ بادشاہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے بغیر شائبہ رد وتکذیب میرے ذہن میں ہر ایک کا جواب حاضر ہے حضور ناخوش نہ ہوں تو عرض کروں کسریٰ نے اجازت دی تو نعمان نے

Marfat.com

یوں تقریر شروع کی۔

ایھا الملک اس مناظرہ میں تیری قوم کی فضیلت و برتری موضوع بحث و محل نظر نہیں۔ کہ عقل و حلم میں بسطت محل و ایوان میں بجوحہ عز و شان میں اس قوم کا کیا کہنا جس تیرے آبا واجداد کی سلطنت اور تیری ولایت اور دولت کے باعث خدا کا فضل و کرم نازل ہو لیکن جن دوسری قوموں کا تو نے تذکرہ کیا ہے ان میں سے جو قوم بھی عرب کی قرین و مقارن قرار دی جائے تو میزان اعتبار میں عرب ہی کا پلہ بھاری ہوگا۔ اور اہل عرب ہی بڑھ چڑھ کے نظر آئیں گے۔

کسریٰ نے پوچھا آخر کس بات میں عرب بڑھ چڑھ کے نظر آتے ہیں؟

نعمان نے کہا۔ عزت و منعت میں۔ حسن وجہ میں۔ باس و ہیبت میں جود و سخاوت میں ۔حکمت لسان میں شدتِ عقل میں۔ الفت و خودداری میں پاس وفا میں۔

عزت و منعت کا یہ عالم ہے کہ قومِ عرب ہمیشہ سے تیرے انہیں آبائے کرام کی ہمسایہ چلی آتی ہے جو کشور گیر و کشور شکن تھے۔ جہاں آراء و جہاں بان تھے۔ لشکر کش و قلعہ کشا تھے۔ بایں ہمہ عرب کی آزادی میں کوئی مزاحم نہ ہو سکا۔ کوئی ان سے مقصد برار نہ ہو سکا پشتِ اسپ ان کے قلعے ہیں۔ روئے زمین میں ان کا گھر ہے۔ آسمان ان کی چھت ہے تلواریں ان کی سپر ہیں ثبات و استقلال ان کا اثاثہ ہے۔ بحالے کہ دوسری قوموں کی عزت خاک پتھر اور سمندر کے جزیروں سے وابستہ ہوتی ہے۔

خوش روئی و خوش رنگی میں ہند و چین و ترک پر عربوں کی ترجیح ظاہر ہی ہے۔ اس حقیقت سے تو کسی کو انکار ہی نہیں ہو سکتا۔

نسب و حسب میں غیر قوموں کا تو یہ حال ہے کہ اپنے اجداد و مورثین اور اکثر اوائل سے ناواقف ہیں تا آنکہ اگر کسی سے اس کے باپ کے کچھ ہی اوپر کی پشتوں کی نسبت سوال کیا جائے تو کوئی صحیح جواب نہ دے سکے گا۔ بخلاف اس کے عربوں میں کون ہے جو اپنے سارے نسب نامہ کو من اولہ الیٰ اخرہ محفوظ نہ رکھتا ہو۔ اس طرح احاطۂ احساب و حفظ انساب میں کوئی ان کا سہیم و عدیل نہیں افراد نہ اپنے آپ کو غیر قوم کا بتاتے ہیں۔ نہ غیر خاندان سے منسوب کرتے ہیں نہ دوسرے کو اپنا باپ بتاتے ہیں۔

عربوں کی سخاوت ایسی ہے کہ ایک بہت ہی ادنٰے درجہ کا عرب مثلاً ایک جوان اونٹنی یا ایک بوڑھا اونٹ رکھتا ہے کہ وہی اس کی متاع حیات و مدار کفاف ہے اسباب معیشت میں ماورا

Marfat.com

اس کے ہر ایک بد و نیک وسیلہ سے محروم ہے۔اور سواری بار برداری کھانے پینے میں سب کچھ اسی پر انحصار ہے۔ کہ ناگاہ شب میں ایک شخص آتا ہے اور خیمہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے یہ ایسا مہمان ہوتا ہے کہ ایک پارۂ گوشت اور ایک جرعہ آب اس کی ضیافت کے لئے کفایت کرتا ہے۔ مگر عرب کی ہمت دیکھئے کہ وہ اپنا وہی اونٹ ذبح کرڈالتا ہے اور مہمان کی خاطر داری میں کہ ذکر خیرہ یادگارِ جمیل کا باعث ہے اپنا تمام دنیاوی اثاثہ قربان کر دیتا ہے۔

حکمت لسان میں اللہ تعالیٰ نے انہیں لطفِ سخن و رونق کلام وحسن بیان و وزن شعر و قوانی و معرفتِ اشیاء وضرب المثل و بلاغت وصف کا ایسا امتیاز عطا فرمایا ہے کہ دوسری جنس کی زبانیں زبانِ عربی کے بالمقابل کچھ بھی نہیں۔

عربوں کے گھوڑے بہترین گھوڑے ہیں۔ان کی عورتیں عصمت و عفت میں دنیا جہان کی عورتوں پر فائق ہیں۔ان کی پوشاک سب سے اچھی ہے ان کی کانیں سونے چاندی کی ہیں ان کے پہاڑوں کے کنکر پتھر خزف ریزے ہیں۔اور ان کے اونٹ تو ایسے ہیں کہ نہ اس قسم کی کسی دوسری سواری پر سفر ہو سکتا ہے اور نہ دشت و بیابان پے سپر ہو سکتا ہے۔

عرب اپنے دین و شریعت کے ساتھ اس درجہ قوی تمسک واعتصام رکھتے ہیں۔اور زہد و فسک میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ ان کے مہینے تک محترم ہیں شہر تک محترم ہیں ایک محترم گھر تک موجود ہے جس کا حج کیا جاتا ہے عبادت کی جاتی ہے قربانیاں ہوتی ہیں اور اس گھر کا اتنا احترام کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص دیکھتا ہے کہ اس کے باپ بھائی کا قاتل وہاں موجود ہے اور وہ اس سے انتقام بھی لے سکتا ہے اور قتل بھی کرسکتا ہے مگر اس گھر کی حرمت و کرامت اور اس مذہب کا اعزاز و کرام ایسا کرنے سے اسے روکتا ہے۔

پاس وفا کی یہ شان ہے کہ ایک شخص نظر بھر کے دیکھ لیتا ہے آنکھ سے اشارہ کر دیتا ہے۔اور وہی عہد و پیمان ہو جاتا ہے جو اس وقت تک ٹوٹ نہیں سکتا جب تک کہ اس کی جان نہ جاتی رہے۔ایک شخص زمین سے ایک لکڑی اٹھالیتا ہے اور قرضدار کے پاس اپنے قرضے میں اسے گروی رکھ دیتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ قرض ادا نہ ہو۔اور اس عہد میں فرق آئے ایک شخص کو خبر ملتی ہے کہ فلاں اس کے زیر سایہ آ گیا ہے۔ یہ پناہ گیر بعض اوقات بہت ہی دور دراز مقام کا ہوتا ہے اور پناہ دہندہ سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا۔ مگر عرب کے زیر سایہ آ جانے کے بعد اگر کسی قبیلہ کی جانب سے اس پر کوئی حادثہ پیش آیا تو جب تک اس قبیلہ کو فنا نہ کر ڈالے گا دم نہ لے گا یا پھر اسی جدوجہد

میں خود اس کا قبیلہ فنا ہو جائے گا۔ایک مجرم جس سے کوئی سابقہ معرفت نہیں کوئی رشتہ وقرابت نہیں۔ارتکابِ جرم کے بعد آتا ہے اور ایک عرب کی پناہ میں آجاتا ہے۔اب اس عرب اور اس کے خاندان کی جان و مال اس پناہ گیر پر فدا ہو جائے گی۔

قتلِ اولاد کا جو الزام عربوں پر ہے۔اس کی حقیقت محض اسقدر ہے کہ کچھ ننگ و عار وغیرت از دواج کے باعث لڑکیاں مار ڈالتے ہیں۔

ایھا الملک تو نے یہ بھی کہا ہے کہ عربوں کی بہترین غذا اونٹ کا گوشت ہے۔یہ سچ ہے۔اس لئے کہ دوسری غذائیں نہایت حقیر سمجھ کر عربوں نے ترک کر دی ہیں۔اور ایسی غذا پسند کی ہے جو اجل الماکل وافضل الطاعم ہے۔انہیں اُونٹوں پر سوار ہوتے ہیں یہی کھانے کے کام آتے ہیں۔کہ بیشتر جانوروں میں یہی کثیر الشحم۔طیب اللحم۔رقیق اللبن قلیل القائلہ حلوالمضغ ہیں۔اونٹ کا گوشت جس طرح کھایا اور پکایا جاتا ہے۔اس خصوصیت میں کوئی دوسرا گوشت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

کیا عرب اس لئے قابلِ عظمت نہیں کہ ان میں ایک دوسرے کو کھائے جاتا ہے اور وہ کسی ایسے شخص کے مطیع نہیں ہوتے جس کی سیاست ان سب کو مجتمع کر سکے۔

کسی ماہر سیاست کی اطاعت کی ضرورت تو اس قوم کو لاحق ہوتی ہے جو اپنے آپ کو ضعیف وکمزور دیکھ کر دشمنوں کے حملہ سے ڈرتی ہے کہ اسے تباہ نہ کر ڈالیں۔اور اس کی آزادی سلب نہ کرلیں۔اس اطاعت کی حاجتمند کوئی بڑی سلطنت ہوتی ہے جس کا کوئی ایک گھرانا کہ سب پر اس کے فضائلِ مُرجح ہوں۔مطاع مانا جاتا ہے۔لوگ اپنی عنان اختیار اسی مطاع کے ہاتھ میں دے دیئے ہیں۔اور اسی کے مطیع ہو جاتے ہیں۔عربوں کو اس کی ضرورت ہی نہیں نہ وہ ضعیف وکمزور ہیں نہ ان کی آزادی پر کوئی حملہ کرسکتا ہے ورنہ کوئی فاتح ان کی شجاعت کا حریف ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے۔وہ سب کے سب بادشاہ بننا چاہتے ہیں مگر کسی کو خراج ومحصول نہیں دینا چاہتے۔

بادشاہ نے یمن کی جو حالت بیان کی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بادشاہ کے جدِ امجد کو ایسے وقت دیارِ یمن سے تعلق پیدا ہوا تھا جبکہ اہل یمن کا قدیم تمدن پہلے سے موجود تھا۔ملک منظم۔امر مجتمع۔حکومت قائم۔تہذیب مستقیم۔بادشاہ کے دادے ایسے وقت میں آئے۔تو کس حال میں آئے کہ مطرود تھے مردود تھے۔مسلوب النعمت تھے ملک بدر تھے زار نالی کر رہے تھے عرب اگر اعانت نہ کئے ہوتے۔مدد نہ دیئے ہوتے۔

تو معلوم نہیں۔ دادے جان کی کیا گت بنی ہوتی اور کیا کچھ حادثہ پیش آتا۔

نعمان جب تقریر کر چکا تو کسریٰ نے نہایت مدح وتحسین کی اور شہنشاہی خلعت عطا فرمایا۔ دربار سے رُخصت ہوکر جب نعمان ارضِ حیرہ میں واپس آیا تو عربی قومیت کے متعلق ایک مجلس شوریٰ مرتب کی جس نے نوشیروانی دربار میں اپنا ایک خاص وفد بھیجا تھا۔

عربی شاعری

عربوں نے غوطہ، دمشق، شعب بوان، نہرِ اُبلّہ، صغر سمرقند کو عجائب ارض میں شمار کیا تھا۔ آج کل مصر کے اہرام، ابوالہول، آبشار نیاگرا، نہر پناما کو اعجب العجائب کہتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مادیات کے ذہنی عالم میں عرب جاہلیت کی شاعری اور اس کی تاریخ سے زیادہ شاید ہی کوئی اور عجوبہ ہوگا۔ وہ تمام جسے دنیا بداوت کی وحشیانہ زندگی بسر کرتے دیکھتی تھی جس میں ساسانیوں کی عظمت و شان نہ تھی۔ رومائیوں کی آن بان تھی جو نا آشنائے فلسفۂ افلاطون تھی۔ ناشناسائے حکمت سولون تھی تہذیب متعارفہ سے جو بیگانہ تھی وحشت و بداوت کی دیوانہ تھی۔ وہی قوم وہی غیر متمدن قوم جب شاعری کی دنیا میں آتی ہے تو اس کی زبان ابرِ رحمت بن کر حکمت کے موتی برساتی ہے۔ ربیعتہ بن ریاح المزنی جو عرف عام میں زہیر بن ابی سلمی کے نام سے مشہور تھا۔ ایک معمولی بدوی تھا مگر دیکھنا یہی بدوی کیا کیا شائستگی کے حقائق سناتا ہے اور فلسفہ اجتماعیہ کے کیسے کیسے راز بتاتا ہے قبائل عبس و ذبیان میں جنگ تھی۔ حارث بن عوف، دہرم بن سنان نے کہ سرداران بنی مرّہ تھے کوشش کر کے صلح کرادی۔ زہیر اس واقعہ پر اپنی دلی مسرّت کا اظہار ایک پُر زور نظم میں کرتا ہے جو معلقات میں محدود ہے اور جس نے اس کو احد الثلاثۃ المتقدمین علیٰ سائد الشعراء کا خطاب بارگاہ علم وادب سے دلایا ہے۔ یعنی تمام شعرائے عرب کے سرکردہ تین ہیں۔ اوران میں ایک زہیر بن ابی سلمٰی بقیہ دوامرٔ القیس ونابغہ ذبیانی تھے۔

زہیر کو دور جاہلیت کی بزمِ سخن میں صدر نشینی کا مرتبہ بلا وجہ نہیں ملا معلقات کے دوسرے مصنفین سے جو بات اسے نمایاں طور پر ممتاز کرتی ہے اس کی شاعری کا نہایت ہی لطیف اخلاقی پہلو ہے اس کے دوسرے ہم چشم انسانیت کے جذبات بہیمی سے سروکار رکھتے ہیں بزم ورزم کی رنگا رنگ کیفیت کو بیان کرتے وقت ان کا قلم عنان گستگی میں ابر نوبہار کو بھی پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور جس طرح ریگستان عرب کے کسی ناہموار فرزند کے لئے ایک ذراسی بات پر اپنے کسی ہم نشین کی

Marfat.com

جان لے لینا ایک معمولی سی بات ہے اسی طرح ان کے اخلاق کی بے راہ روی ذوق سلیم کا خون روا رکھنے میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں دیکھتی لیکن قصیدہ بانت سعاد کے نامور مصنف کا عالی قدر باپ ان تمام نقائص سے مبرّا اور ان تمام لغزشوں سے معرّا ہے۔ اور ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ وہ کون سی قوت قدسی تھی جس نے اس نازک خیال سخنور کو اپنے زمانہ کی معتاد حدود سے نکال کر اس زمانہ کی محفل میں لا بٹھایا جب بربریت مٹ چکی تھی توحش کی ظلمت کافور ہو چکی تھی اور روحانیت کی مشعل تمدن کی انجمن میں جگمگانے لگی تھی۔

جب واحس جس نے عرب میں خون کی ندیاں بہادی تھیں قبیلوں کا صفایا کر دیا۔ انتقام کے دیرینہ بددی جذبے کی آگ گھر گھر بھڑکا دی تھی معلقات کا خوں چکاں موضوع ہے۔ عنترہ نے اس ڈراؤنی جنگ کی تصویر کھینچنے میں جہاں اپنا معجزانہ کمال دکھایا ہے وہاں ان جذبات کے ابھارنے میں بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ جنہوں نے باپ کو بیٹے اور بھائی کو بھائی کے خون کا پیاسا بنا دیا تھا زہیر بھی اس موضوع پر قلم اٹھاتا ہے لیکن اس کی شاعری تلواروں کی جھنکار کی گونج نہیں ہے بلکہ صلح و سلام کا نغمہ ہے اس کا معلقہ اس شان دار فیاضی کے لئے وقف ستائش ہے جو حرب واحس کے خاتمہ اور انعقاد صلح کی محرک ہوئی عبسیوں کے بہت سے آدمی میدان قتال میں کام آئے تھے سلسلہ جنگ کے انقطاع کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ خون بہا کی پوری رقم ان کو ادا کر دی جائے ہرم بن سنان اور حارث بن عوف کو مبدء فیاض کی طرف سے یہ توفیق عطا ہوئی اور ذبیانیوں کے ان دو رفیع المنزلت سرداروں نے غایت ایثار سے کام لے کر کل رقم خود اپنی جیب سے ادا کر دی ان کی اس فراخ حوصلگی کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ خود ان کی گردن پر کسی کا خون نہ تھا بلکہ شرافت نفس و حب وطن کے پاک اقتضا نے انہیں اس ایثار پر آمادہ کیا تھا۔ یہ مضمون ایسا نہ تھا جس پر زہیر کہ اس نے عمر بھر کسی کی بیجا مدح نہیں کی تھی قلم نہ اٹھاتا وہ لکھتا ہے۔

امن اُمادنیٰ ومنةلم تعلکمہ   بحومانة الدراج فالمتثلمہ

(کیا میری محبوبہ ام ادنیٰ جس مکان سے چلی گئی ہے اس کے کھنڈر ایسے ہو گئے۔ کہ بولتے تک نہیں یہ وہی کھنڈر تو ہیں جو مقامات حومانۃ الدراج و متثلم میں واقع ہیں)۔

وَدارٌ لها بالرقمتین کانها   مراجیع وشم فی نواشر معصم

(اُم اُدنیٰ کا مکان جو مقام رقمتین میں تھا۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہاتھ کے اعصاب

Marfat.com

پر دو ہرے گوندنے گودے ہوئے ہوں۔ مینہ برسنے سے اس مکان کے ٹوٹے پھوٹے نشانات بھی اسی طرح رہ رہ کے نمایاں ہوتے رہتے ہیں جس طرح ہاتھ کے گوندنے اُبھر اُبھر کے نظر آتے ہوں)۔

وقفتُ بها من بعد عشرینَ حجةً ۔۔۔ فلاباً عرفت الدار بعد توهمہٖ

(میں یہاں بیس برس کے بعد آیا۔ اور ان کھنڈروں کے سامنے کھڑا رہا لیکن بڑی مشکل و مشقت سے میں اس مکان کو پہچان سکا کیونکہ ہیئت ہی بدل چکی تھی اور وہم و گمان سے مدد لینے کے بعد کہیں شناخت کی نوبت آئی تھی۔

سئمتُ تکالیف الحیاۃ ومن یعشِ ۔۔۔ ثمانین حولاً لا ابالک یسامہ

(زندگی کی تکلیفوں سے میں تنگ آ گیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان تکلیفات میں جس نے اسّی برس کاٹے ہوں۔ وہ تنگ آ ہی جائے گا کہ پیرانہ سالی خود موجب تکلیف ہے)۔

واعلم علم الیوم والامس قبلہ ۔۔۔ ولکنّنی عن علم مافی غدٍ اعمی

(میں جانتا ہوں کہ واقعات حاضرہ سے کیا نتیجہ نکلنے والا ہے واقعات سابقہ سے کیا کیا نتائج مترتب ہو چکے ہیں۔ موجودہ وگزشتہ سب کی واقفیت مجھے ہے۔ لیکن یہ امر کہ کل کیا ہوگا اور آئندہ کیسے واقعات پیش آئیں گے۔ اس علم سے میں جاہل ہوں اور اس کو بالکل نہیں جانتا)۔

ومن لم یصانع فی امورٍ کثیرۃً ۔۔۔ یضوس بانیابٍ ویوطا بمنسم

(زمانہ کا یہ حال ہے کہ جو شخص اکثر معاملات میں زمانہ کا ساتھ نہ دے گا اور لوگوں کے ساتھ رفق و مدارسے پیش نہ آئے گا اسے چار و ناچار مقہور و ذلیل ہونا پڑے گا)۔

ومن یجعل المعروف من دون عرضہٖ ۔۔۔ یفرۃ ومن لا یتق الشتم یشتم

(جو شخص خیرات و حسنات کو اپنی عزت و آبرو کے رُوبرو لائے گا یعنی لوگوں کے ساتھ بھلائیاں کر کے اپنے ننگ و ناموس کو بچائے گا اس کی آبرو بچ جائے گی اور جو شخص موجبات سب وشتم سے نہ بچے گا یعنی ایسے کام نہ کرے گا جن کے باعث لوگ اس کو برا نہ کہیں لامحالہ اس کی تذلیل ہوگی۔ اور اس کو گالیاں دی جائیں گی)۔

ومن یغترب یحسب عدوا صدیقہ ۔۔۔ ومن لا یکرم نفسہ لا یکرم

(جو شخص پردیس میں ہو وہ اپنے دشمن کو بھی دوست سمجھنے لگے گا اور جو اپنی آپ عزت نہ کرے گا اور خودداری کو بالکل ہی بالائے طاق رکھ دے گا تو لوگ بھی اس کی عزت

نہ کریں گے)۔

وھُما یکن عندامرئٍ من خلیقةٍ ۔ وان خالها تحفی علی الناس تعلمهٖ

(اگر کسی کی سرشت ہی میں کوئی خصلت فطرتی ہے تو خواہ وہ اسے کتنا ہی کیوں نہ چھپائے اور خیال کرتا ہو۔ کہ لوگوں سے یہ بات پوشیدہ رہے گی مگر پوشیدہ نہ رہے گی اور لوگ اس کو جان جائیں گے)۔

وکائن تریٰ من صامصلدمعجب ۔ زیادتہ اونقصہ فی التکلم

(کتنے لوگ ایسے ہیں کہ خاموش بیٹھے ہیں اور تم ان کی نسبت نہایت عمدہ رائے رکھتے ہو۔ مگر ان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ باتیں کریں کہ تکلم ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں سے ان کے فضائل زیادہ ہیں یا کم ہیں)۔

لنسان الفتی نصف ونصف فوادہ ۔ فلم یبق الا صورۃ الحمہ والدمَ

(انسان کے دو ہی حصے ہیں نصف حصہ میں تو زبان ہے اور نصف میں دل یعنی انسان کی آدھی قدر و قیمت تو اس کی زبان سے وابستہ ہے اور آدھی اس کے دل سے اب باقی کیا رہ گیا۔ صرف گوشت اور خون کی صورت باقی رہ گئی اور کچھ نہیں)۔

رایتُ سفادۃ الشیخ لا حلم بعدہ ۔ وان الفتی بعد الشفاھة یحلم

(میں نے دیکھا ہے کہ بوڑھا آدمی اگر کج خلق ہو۔ تو اس کے اخلاق نہیں بدل سکتے۔ اور نہ اس میں خوبیاں آسکتی ہیں مگر جوان کی حالت اس کے خلاف ہے بداخلاقی کے بعد بھی وہ حسن اخلاق پیدا کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

سالنا فاعطیتم وعدنا فعدتم ۔ ومن اکثر النسّال یوماً یسحرم

(ہم نے تم سے سوال کیا۔ تم نے عطیات سے اس کا جواب دیا ہم نے پھر سوال کئے تم نے پھر یہی جواب دیئے حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ جو بہ کثرت سوال کرتا ہے اسے ایک نہ ایک دن محروم ہونا پڑتا ہے)۔

یہ اشعار اگر حیز انشاد میں نہ آئے ہوتے تو شاید حرب واحس پھر چھڑ جاتی۔ اور خون کی ننی ندیوں سے ریگزار عرب لالہ زار ہوگیا ہوتا۔ اس لئے کہ حسین بن ضمضم نامی ایک عرب کی بے عنوانیوں نے فریقین کی آتش غیظ وغضب پھر بھڑک اٹھی تھی اور وہ تلواریں جنہیں ہرم وحارث کے فیاضانہ ایثار نے جوہر آزمائی سے روک رکھا تھا پھر بے نیام ہوا چاہتی تھیں۔

یہ تھی عربوں کی شاعری کہ باصد ہزار توحش بھی وہ جو کچھ کہتے ہیں تہذیب آج چودہ سو برس کے بعد بھی اس پر ایک حرف تک کا اضافہ نہ کر سکی۔ اور یہ تھا عربوں میں شاعری کا اثر کہ ایک جنگِ عظیم چھڑا ہی چاہتی ہے جس کے روکنے میں تمام اصابتیں تمام مآل اندیشیاں بے کار ثابت ہو رہی ہیں۔ مگر ایک شاعر اٹھتا ہے اور اپنے چند اشعار کے ذریعہ سے قوم پر ایسا اثر ڈالتا ہے کہ جنگ خود بخود رُک جاتی ہے اور جنگ آوروں میں حرب وضرب کی جگہ صلح وسلام کی بنیادیں استوار ہو جاتی ہیں کاش ہمارے شعراء میں بھی یہی روح ہوتی اور اخلاقی دنیا میں ہماری شاعری بھی اسی طرح اثر انداز ہو سکتی۔

گولڈزیر کے استشراقی فضائلِ عالم آشکارا ہیں۔ لغاتِ عرب میں اس نے ایک حکیمانہ کتاب لکھی ہے جس میں دورِ جاہلیت کے مضمون پر ایک جامع تبصرہ موجود ہے۔ اس معرکہ آراء تصنیف کا حوالہ دے کر پروفیسر نکلسن لکھتے ہیں کہ زہیر بن ابی سلمٰی کے حالات زندگی جلباب خفا میں مستور ہیں اور تاریخ اس نامور شاعر کی حیات پر بہت کم روشنی ڈالتی ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ بہ گمان غالب اس کا انتقال اسلام سے پہلے ہوا۔ اگرچہ ساتھ ہی یہ روایت بھی ماثور ہے کہ جب زہیر کی عمر سو سال کی ہوئی تو وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا جو ذوق سخن سرائی اسے اپنے چچا بشامہ سے ترکہ میں ملا تھا وہ آگے چل کر اس کے بیٹے کعب کے حصہ میں آیا جو مشہور قصیدہ بانت سعادُ'' کا مصنف ہے یہ بیان گولڈزیر کا ہے لیکن واقعہ صرف اسقدر ہے کہ خود زہیر کو حضور دو جہان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا بلکہ یہ عزت کعب بن زہیر کو حاصل ہوئی تھی۔

زہیر جو کچھ لکھتا تھا نہایت جانچ تول کر لکھتا تھا کہتے ہیں کہ ایک قصیدہ لکھنے میں اسے چار مہینے صرف کرنے پڑتے تھے۔ پھر چار مہینے میں وہ مسودے کی تصحیح کرتا رہتا تھا اس کے بعد چار مہینے تک ترمیم شدہ مسودے کو اصلاحاً اپنے معاصرین کو دکھاتا رہتا تھا اور ایک سال سے پہلے پہلے اپنا کلام مجامع عام میں پیش نہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے قصائد کو ''حولیات'' کہا گیا ہے (حول بمعنی سال)۔

Marfat.com

مروّج الذّہب
سلسلہ تاریخ اسلام

علامہ مسعودی: کہتے ہیں کہ ہیرودوتس تاریخ کا ابوالآبا ہے۔ یونان قدیم کے متعلق جس کے سر پر ظلمت اندوز روایات کا ایک ابر مظلم چھایا ہوا ہے۔ یہ قول صحیح ہوگا اس لئے کہ اس عہد عتیق میں بت پرستانہ روایات کے دُھند لکے سے نکل کر تفحص اور روایات کی روشنی میں آنا ایک بڑا کام تھا اور یہ کام ہیرودوتس نے بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیا لیکن یونان قدیم اور دسویں صدی عیسوی کی دنیا میں زمین آسمان کا فرق ہے کہ اس میں اسلام کا خورشید عالم تاب کائنات کے چپے چپے کو عقل وحکمت کی روشنی سے منور کر چکا تھا بچہ بچہ حقائق کے دریا بہانے کے قابل ہو گیا تھا اس عہدِ زریں میں قریہ قریہ کو اتھنس ہونے کا دعویٰ تھا۔ ایک ایک چوپال ارسطو کا دارالحکمت اور افلاطون کی اکاڈیمی تھی اس زمانہ کے اگر کسی مورخ کی جلالت قدر کے سامنے آج کل کے یورپ کا سرادب بھی خم ہو۔ اور اس کی مبصرانہ تحقیق و وسعت نظر کی دھاک ہر مغربی مستشرق پر بیٹھی ہوئی ہو۔ تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی شان کس قدر رفیع اور اس کا مرتبہ کتنا بلند ہوگا۔

علامہ ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی جن کی معرکہ آرا کتاب ''مروج الذہب ومعادن الجواہر'' کا اردو ترجمہ ہم اہل نظر کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برطانیکا کے فاضل مقالہ نگار کی رائے میں ہیرودوتس کے جواب ہیں اور پروفیسر نکلسن بھی اسی خیال میں مقالہ نگار موصوف کے ہم صفیر ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ہیرودوتس کو مسعودی سے وہی نسبت ہے جو ذرہ کو آفتاب سے یا نقطہ کو کتاب سے ہم بہ تتبع علامہ ابن خلدون مسعودی کو امام المورخین کہہ کر ان تمام فضائل کا استقصا کئے دیتے ہیں جو دنیا کے ایک بڑے سے بڑے مورخ کی ذات میں اسلامیوں کے نزدیک جمع ہوئے ممکن ہیں۔

علامہ ممدوح نویں صدی مسیحی کے اواخر میں پیدا ہوئے اور آپ کا مولد دارالسلام بغداد ہے یہ زمانہ جیسا کہ ہم اشارةً بتا چکے ہیں۔ دولتِ عباسیہ کا عہد فضیلت مہد تھا کہ پروفیسر براؤن کا

Marfat.com

استشراق اسے اسلام کا عہدِ زرین قرار دیتا ہے خداوندِ قدوس کی مشیت میں جس کے لئے بزرگی مقدر ہوتی ہے اسے وہ بسا اوقات اپنے خزائن غیبی سے اکتسابی شرافت کے ساتھ انتسابی فضیلت بھی مرحمت فرماتا ہے مسعودی ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں سے تھے جیسا کہ ان کا نام ظاہر کر رہا ہے ان کا سلسلہ نسب حضرت عبد اللہ بن مسعود صحابی رسول اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔ اور اس لئے اگر مسعودی جامع کمالات وہبی وکسبی ہیں تو یہ ان کی آبائی میراث ہے۔

آج تو مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ گھر سے نکل کر اگر محلّہ کی مسجد میں جا کر دو رکعت نماز قضا کا ارادہ کر لیتے ہیں تو سمجھنے لگتے ہیں کہ بس اب ہم قل سیر دافی الارض کے مفسر ہو گئے۔ لیکن ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ایک مسلمان مغرب اقصیٰ کی گھاٹیوں سے نکلتا تھا تو سمندروں کو قطع کرتا ہوا اور کوہ وصحرا کو گرد کی طرح پیچھے چھوڑتا ہوا دیوار چین کے سایہ میں جادم لیتا تھا اور اپنے ایک بھائی سے اگر دہلی میں ملاقات کرتا تھا تو دوسرے سے پیکن میں۔ علامہ مسعودی نے بھی انہیں جہاں کشا روایات کی گود میں پرورش پائی تھی تعلیم سے فارغ ہو کر منتہیانہ قابلیت کی سند حاصل کی۔ انہوں نے دنیا کے سفر کے لئے گھر سے باہر قدم نکالا کہ اپنی آنکھوں سے ہر ملک ہر قوم اور ہر ملت کے حالات کی چھان بین کر کے اندازہ لگائیں کہ اقوام عالم کے عروج وزوال اور صعود وہبوط کے کیا اسباب ہیں مصدقین کس درجہ پر پہنچے ہیں اور مکذبین کی عاقبت کیا ہوئی ہے۔ اس حقیقتِ کبریٰ کا اظہار خود علامہ ممدوح کے خامۂ بداعت طراز نے اس طرح کیا ہے۔

”جو شخص اپنے گھر سے کبھی باہر نہ نکلا ہو۔ بلکہ اسی قدر مبلغ علم پر قانع رہے جو خود اپنے ملک کی تاریخ کے بارے میں اسے حاصل ہو سکتا ہو وہ ہرگز اس شخص کی برابری نہیں کر سکتا جس نے اپنی عمر بجائے حضر کے سفر میں بسر کی ہو جس نے اپنے دن بے قرارانہ بادیہ نوردیوں اور کشور گردیوں گزارے ہوں۔ اور جس نے ہر طرح کی حیرت اندوز اور گراں مایہ اطلاعات اسی کنز مخفی سے بہم پہنچائی ہوں۔“

علامہ مسعودی کا شمار اسی دوسرے طبقہ کے نفوس قدسیہ میں تھا کہ ان میں بھی انہیں درجہ صدارت حاصل ہے۔ اس ہمہ گیر سفیر میں اس بمیثل کتاب کی حقائق آفرینیوں کا انہوں نے سرمایہ بہم پہنچایا۔

علامہ مسعودی کی سیاحت کی پہلی منزل یہی خاک پاک ہند ہے اور ہندوستان ناز کر سکتا ہے کہ آسمان حقیقت کے ایک ایسے بڑے شمس بازغ کی تجلیوں سے اس کا ذرّہ ذرّہ غیرت خاوراں ہوا۔ ۹۱۲ء میں مسعودی پہلے منصورہ آئے پھر ملتان پہنچے اور وہاں سے عازم دکن ہوئے

Marfat.com

ملتان کو تو کون نہیں جانتا۔ اس کی عظمت کا زمانہ اگر خواب وخیال ہو گیا ہو تو کم از کم یہی پیش افتادہ شعر آج بھی اس کی معرفی کی خدمت انجام دے سکتا ہے کہ۔

چار چیز است تحفۂ ملتان
گردو گرما گدا وگورستان

اگر چہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ کی یادگار جناب خان بہادر مخدوم حسین بخش سلمہ اس پرچیں بہ جبیں ہوئے بغیر نہ رہیں گے کہ ایسی ارضِ تابناک کے آثار باقیہ میں سے ہم کو اگر کچھ نظر آیا۔ تو چند ٹوٹی پھوٹی قبریں چند خاک کے بگولے چند تمازت ریز امواج سموم چند گدایان مبرم کے کشکول لیکن حقیقت کو کیا کیا جائے کہ اس کو اسی پر اصرار ہے منصورہ البتہ ایسا مقام ہے کہ اس کا ہندوستان کی تاریخ میں نام ہی نام رہ گیا ہے سندھ کے اس مشہور تاریخی مقام کے حیرت انگیز عربی تمدن اس کی عدیم النظیر رونق اس کے بے مثال علمی کارناموں سے اسلامی تاریخ کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔

مسعودی ایران ہوتے ہوئے ہندوستان آئے تھے۔ اور ان دونوں ملکوں کے دلفریب مشاہدات میں ان کے تین سال بسر ہوئے۔ فارس اور سوسیانہ کے حالات انہوں نے بہ تفحص فراہم کئے اور عجمیوں کے کتب وصحائف کی نسبت دقیق معلومات کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ جس کا ثبوت ان کی تصانیف سے ملتا ہے اس سہ سالہ سیاحت کے بعد انہوں نے بصرہ کو مراجعت کی جہاں ان کی ملاقات ابوزید سے ہوئی کہ ان کا شمار اس عہد کے مشہور جغرافیہ نویسوں میں ہے ابوزید نے ممالک مشرقیہ کی جو تفصیلی سپرد قلم کی ہے اسے مسعودی کی تحریرات کے ساتھ ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

بصرہ سے ۹۱۵ء میں مسعودی پھر عازم مشرق ہوئے۔ اور پہلے کھمبایت آئے پھر سیمور گئے اور ایک زمانہ وہاں بسر کر کے روانہ سیلان (سیلون) ہوئے جس کا دوسرا نام سراندیپ ہے اور جہاں حسبِ معمول ان کی کنج کادیاں سرگرم عمل رہیں یہاں سے جہاز پر سوار ہو کر انہوں نے چین کا سفر کیا۔ اور چین سے جو مراجعت کی تو موجوں کی سینہ شگافی کرتے ہوئے سیدھے مدغاسکر پہنچے۔ اور وہاں کچھ دن قیام کر کے اپنے وطن کو لوٹے۔

تمام وہ علاقہ جو بحیرہ خزر کے نواح میں واقع ہے تمام ارض شام تمام فلسطین کا مسعودی

Marfat.com

نے چپہ چپہ چھان مارا۔اور کوئی واقعہ ایسا نہ تھا۔جو ان کے مشاہدے سے گزرا ہو۔اور ان کی یادداشت میں ٹانک نہ لیا گیا ہو۔

۹۲۶ء میں جب وہ فلسطین پہنچے تو کلیسیائے مسیحی کی زیارت کی اور وہاں سے چل پڑے ۹۴۳ء میں انہوں نے انطاکیہ کے کھنڈروں کی چھان بین کی جس کی پوری تفصیل ان کی زبانی ہم تک پہنچی ہے۔

مروج الذہب کی تصنیف کا سال بھی ۹۴۳ء ہی ہے۔

اپنی شاندار زندگی کے آخری دس سال علامہ مسعودی نے شام و مصر میں گزارے۔اور ان کی وفات ۹۵۶ء میں ہوئی۔

مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا مسعودی کی حیات پر نظر انتقاد ڈالتا ہوا اس محقق یگانہ کے گونا گوں عقلی و اخلاقی کمالات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے۔

''اس زمانہ میں مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیاں دنیائے معلومہ کے ایک بہت بڑے حصہ پر پھیلی ہوئی تھیں۔اور عراق دنیا کی تجارت کا مرکز سمجھا جاتا تھا مسلمانوں کی فاتحانہ سطوت اولوالعزمانہ تجارت اور مبلغانہ مساعی ایشیا اور افریقہ کے بعید تریں گوشوں تک جا پہنچی تھیں مسعودی کی ہمہ گیر سیاحتوں کی تگ ودو بھی انہیں حدود سے متحیر تھی لیکن یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ مسعودی کے سفر کی غرض و غایت جلبِ منفعت تھی اس کا مقصد یہ تھا کہ ہر خصوصیت کا بہ نگاہ امعان مطالعہ کرے اور وہاں آثار قدیمہ حالات تاریخی اور اخبار و آداب کے بارہ میں جو کچھ معلومات فراہم ہوسکتی ہوں کرے وہ تعصب سے بالکل پاک تھا اور کیوں نہ ہوتا جبکہ اس کے عقائد معتزلی تھے اور وہ مسئلہ اختیار کا قائل تھا یہ اسی رجحان طبع کا باعث تھا کہ اس نے ایرانی مجوسیوں اور مسیحی استوں کی تصانیف سے بھی برخواورغبت تمام اقتباسات لے لینے مناسب سمجھے ہیں۔

اس رائے کے بعض حصوں سے ہمیں اختلاف ہے علامہ مسعودی تفصیلی ضرور تھے مگر فضیلت اہل بیت میں ان کے تمام تر اعتقادات وخیالات آئمہ محدثین عرب کے اعتقادات کے دوش بدوش تھے۔اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ان کا شمار اکابر معتزلہ میں تھا انسائیکلو پیڈیا برطانیکا کی ایک انوکھی جذت طرازی ہے۔

جبر و اختیار کی گتھی کو اسلام نے ایک اندازِ خاص میں سلجھایا ہے از روئے قرآن مجید انسان نہ مجبور محض ہے نہ مختار مطلق ہے اسی کی حالت اس کے بین بین رکھی گئی ہے۔ناسخ لکھنوی

نے اسی خیال کو کس خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔

چلا عدم سے میں جبراً تو بول اُٹھی تقدیر
بلا میں پڑنے کو کچھ اختیار لیتا جا

یہی اسلامی عقیدہ علامہ مسعودی کا بھی تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا کے مقالہ نگار نے کس بنا پر یہ لکھ دیا کہ مسعودی جبری وقدری تھے۔ رہی یہ بات کہ مسعودی کا دامن تعصب سے پاک تھا۔ تو یہ کچھ ایسا وصف نہیں ہے جس میں ہمارے سلف صالحین میں کسی بلند پایہ عالم یا محقق کو اپنے ہم چشموں کے مقابلہ میں کوئی خاص امتیاز ہو۔ اس لئے کہ اگر مجوسیوں اور گبروں کی حکمت سے مستفید ہونا اس حد تک کہ خذ ماصفا ودع ما کدر کا حکیمانہ اصول پیش نظر رہے۔ بے تعصبی کی علامت ہو۔ تو یہ تو اسلام کی سب سے پہلی تعلیم ہے کہ الحکمۃ ضالۃ المومن وجد ھا فھواحق بھا حکمت جہاں کہیں بھی ہو جس شکل میں بھی ہو۔ جس شخص کے بھی پاس ہو وہ تو مسلمانوں کی آبائی میراث ہے مسعودی نے اگر ترسائیوں اور کلیسائیوں سے مل کر ان کے خیالات کا مفید ترکہ ہمارے لئے چھوڑا ہے اور ان کے واقعات کا دفینہ حوالۂ تاریخ کیا ہے تو یہ اسلام کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔

مقدّمہ

الحمدلله اهل الحمد مستوجب الثناء والمجد وصلّی الله علےٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ الهٖ الطاهرین وسلم تسلیما اِلیٰ یوم الدین امابعد.

اخبار الزمان:

حالات زمانہ میں ہم نے اپنی جو کتاب ''اخبار الزمان'' تصنیف کی ہے اس میں زمین کی ہیئت، روئے زمین کے شہر، معمورات عجائب وغرائب، بحر وبر، کوہ ونہر، مدائن معاون اصناف، متاہل، ٹاپو، سمندر کے جزیرے، چھوٹے چھوٹے بحیرے، قابل تعظیم عمارات، شایانِ شرف مساکن، شان مبدء، اصل نسل اختلافات وطن۔ وہ جو پہلے نہر تھی پھر دریا ہوگئی وہ جو پہلے دریا تھا پھر خشک زمین بن گیا وہ جو خشک زمین تھی پھر دریا ہوگئی انقلاب ایام ومرورِ دہور سے ایسا کیوں ہوا۔ اس کی علت کیا ہے۔ اس کے فلکی وطبعی اسباب کیا ہیں کون کون سی اقلیم کس کس سیارہ کے

خواص سے مربوط ہے کن کن ثوابت کے افعال سے متعلق ہے نواحی و آفاق کی مقدار تاریخ قدیم میں لوگوں کا تباین وتخالف اس کی ابتدا و اولیت میں وہ اختلافات جو اہل ہند نے کئے ہیں جو طرح طرح کے ملحدوں نے کئے ہیں جو کچھ اس باب میں اہل شرع سے وارد ہے اور جو ارباب مذاہب و ادیان پر اُترا ہے یہ سارے مسائل و مباحث ہم اس کتاب میں پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔

ملکی وقومی مسائل:

اس کے بعد ہم نے ان سلاطین کے حالات لکھے ہیں جو گزر چکے ہیں۔ ان اقوام کے واقعات لکھے ہیں جو تباہ ہو چکی ہیں ان صدیوں کے تذکرے کئے ہیں جن کی حدود تک پہنچنے میں خلا حائل ہے ان جماعتوں کے اخبار و افکار بتائے ہیں جن کو تباہ ہوئے ایک زمانہ ہو چکا ہے۔ اور یہ ساری باتیں ترتیب ایام و اوقات کے ساتھ سلسلہ وار بیان کی ہیں مثلاً قوم عاد کے بادشاہ اور فرعون خسرو اور کسریٰ یونان و اہل یونان جو حکمت و فلسفہ ان اقوام سے ظاہر ہوا جو اقوال و مذاہب فلاسفہ سے مروی ہیں جو خبریں بادشاہوں سے متعلق ہیں جو حالات عناصر و اقوام سے علاقہ رکھتے ہیں پھر اس ذیل میں انبیاء و مرسلین و اتقیاء و صلحا کے حالات تا آں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف رسالت عطا فرمایا ہم نے ان سب کی تفصیل درج کی ہے۔

اسلامی واقعات:

آنحضرت کی ولادت نشو و نما، بعثت و ہجرت، غزوات و سرایا (مہمات) تا بہ ایام وفات واتصال خلافت و تنظیم مملکت کہ ہر ایک زمانہ میں اس کی کیا کیفیت تھی۔ آل ابو طالب بن عبدالمطلب (طالبین کے مقاتل یعنی وہ لوگ کہ اس نسل میں سے اُٹھے ظاہر ہوئے اور پھر قتل (شہید) ہو گئے۔ تا بہ عہد خلافت امیر المومنین المتقی اللہ کہ ۳۳۲ھ کا زمانہ ہے اور یہی اس کتاب (مروج الذہب) کی تصنیف کا سن ہے غرض کہ ان حقائق میں سے کوئی ایک جزیہ بھی اس کتاب میں فرد گذاشت نہ ہونے پایا۔

کتاب الاوسط مروج الذہب کا سبب تالیف

اخبار الزمان سے فارغ ہو کر ہم نے کتاب الاوسط تصنیف کی پھر یہ رائے ہوئی کہ ہماری تاریخ اعظم و کتاب الاوسط کے بعد سے اب تک کے واقعات میں ایک مستقل کتاب لکھی جائے

Marfat.com

جس میں ہماری دونوں اعظم واوسط کتابوں کا خلاصہ ہو۔اور اس لطیف تصنیف میں ان دونوں کتابوں کے علاوہ علوم واخبار اقوام گزشتہ ایام بررفتہ کی جو باتیں ہنوز کہیں ودیعت نہیں ہوئیں وہ یہاں قید تحریر میں لائی جائیں لیکن تقصیر وتقاعد وغفلت ہو جائے۔

تو اس سے معذرت ضروری ہے کہ سیر وسفر وسیاحت میں لگے رہنے سے خیالات بھی بوڑھے ہو گئے اور دل بھی ڈوب گیا۔

مسعودی کی سیاحت:

گاہے سمندر میں گزرتی ہے اور گاہے پشتِ زمین پر بسر ہوتی ہے اقوام کے نوادر کا مشاہدہ کرنا پڑتا ہے۔اقالیم کے خواص کا خود معاینہ کر کے جانچ کرنی پڑتی ہے۔مثلاً ہمارا سفر سندھ، زنگبار، صنف چین، رانج، مشرق ومغرب کی سیاحت کو کبھی تو اقصائے خراسان میں ہیں کبھی وسطہ آرمیبا اور آذربائیجان میں ہیں کبھی سوات وطالقان میں ہیں کبھی عراق میں ہیں کبھی شام میں ہیں گویا جس طرح کسی نے کہا ہے میری سیاحت کہ آفاق میں ہے ایسی ہی سیاحت آفتاب کی اشراق میں ہے۔

تیمہ اقطار البلاد فتارۃ

لدی شر قھا الا قصےٰ وطور اُلی الغرب

(اس نے تمام اقطار واطراف زمین کے گشت کا ارادہ کرلیا ہے اور یہی باعث ہے کہ کبھی تو مشرق اقصےٰ میں ہوتا ہے اور کبھی مغرب میں۔)

مری الشمس لا ینفک تفتعہ النویٰ

الیٰ اُفقٍ نٍاءٍ یقصر بالرکب

(وہ ہمیشہ آفتاب کی طرح چلتا ہی رہتا ہے ابھی اس کنارہ پر تھا۔ابھی دوسرے کنارہ پر پھینک دیا گیا۔یہ ایسی چال ہے کہ قافلہ کے سوار بھی اس کا ساتھ دینے سے قاصر ہیں)۔

سیاحت کے خصائص نوعی:

پھر خالی سفر ہی نہیں طرح طرح کے سلاطین وملوک کے متعلق غور کرنا اور نتیجہ صحیح نکالنا باوصف اس کے کہ وہ خود ہلاک ہو چکے ہیں ان کے اخلاق وآداب کے آثار تک باقی نہیں اس کی ہمتوں اور حوصلوں میں جو تضاد تھا۔ان کے ممالک میں جس قدر فاصلہ ہے ان سب کو ملحوظ رکھنا اور

Marfat.com

ہر ایک کا مسلک جانچنا اور قرار دینا یہ کوئی سرسری امور نہیں۔

انقلابِ روزگار:

لیکن حقیقت یہ ہے کہ علم کے آثار مٹ گئے۔ علمی روشنی کے منارے گر گئے۔ غبی و بلید تو بہت ہیں۔ مگر ذی فہم تھوڑے ہی رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اب جسے دیکھو وہ بناوٹی ہوگا، جاہل ہوگا، عطائی یا دخیل ہوگا، ناقص ہوگا، جو ظن و گمان وحد سو ثمین پر قانع ہے۔ اور علم و یقین سے اندھا ہوگیا ہے بایں ہمہ علوم کے اس صنف میں لوگ مشغول رہتے چلے آئے ہیں اور آداب کے اس فن کے لئے اپنے آپ کو خاص بھی کرتے رہے ہیں۔ تا آنکہ ہم نے اپنی کتابیں مختلف مضامین اور گوناگوں مذاہب کے متعلق کیں۔ مثلاً

مذہبی تصنیفات:

(۱) الابانہ عن اصول الدّیانہ اس میں مذہب کے اصُول بیان کئے ہیں۔

(۱) کتاب المقادیر فی اصول الدیانات، اس میں اصول مذاہب کے متعلق مقداری بحث ہے۔

(۲) کتاب سر الحیات یعنی زندگی کا راز کیا ہے۔

(۳) نظر الادلہ فی اصول المِلۃ، اس کتاب میں بہت سے لطیف مباحث ہیں مثلاً اصول، فنون، قوانین احکام، قیاس کا یقینی ہونا، احکام میں اجتہاد، رائے واستحسان کا وقوع، فاسخ و منسوخ کی پہچان، کیفیت و ہائیت اجماع معرفت خاص و عام، اوامر و نواحی، منع (حرمت) واباحت احادیث جن سے استفاضہ ہوتا ہے۔ آحاد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کہ اسی ضمن میں اصول فتویٰ و مناظرہ مخالفین بھی ہے جن جن باتوں میں لوگوں نے ہم سے مناظرے کئے تھے اور جن کے بعض حصوں میں وہ ہم سے متفق ہوگئے ان کے واقعات بھی دیئے ہیں۔

(۴) الاستبصار فی الامامتہ، یہ مسئلہ امامت وخلافت کی بحث میں ہے اس باب میں اربابِ نص وتاریخ کے جو اقوال ہیں جو لوگ امامت کے متعلق نص کے قائل ہیں اور جو واقعات کی بناء پر اس کے منکر ہیں اس میں ہر ایک فریق کے مفصل دلائل مذکور ہیں۔

(۵) الصفوۃ فی الامامتہ، یہ بھی امامت کی بحث میں ہے۔

علمی تصنیفات:

اس کے علاوہ ہماری دوسری عام کتابیں جو علوم ظاہر و باطن ومخفیات و ماضیات کے متعلق

Marfat.com

ہیں جن کے ذریعہ سے ہم نے طبیعتوں کو اس حد تک بیدار کیا ہے جس حد تک کہ ترقی کرنے والے ترقی کر سکتے ہیں۔ اور محدثین ایسی ترقی کے متوقع ہیں مثلاً وہ باتیں جو اہل علم نے ان چمکتی ہوئی روشنیوں کے باب میں کہی ہیں کہ زمین پر ان کی چمک دکھائی دیتی ہے۔ اور قحط سالی وخوش حالی کے زمانوں میں وہ بھی پھیلتی ہیں اور بسط پذیر ہوتی ہیں اسی طرح وہ مسائل جو فتنہ وفساد و جنگ وجدال کے بعد پیدا ہوتے ہیں جن کے واقعات وحالات ظاہر ہوا کرتے ہیں اور ان کے اوائل کی حقیقت کھلی کھلی روشن و مستنیر ہوتی ہے غرض کہ ہماری تمام باقی کتابیں بھی جو سیاست کے مباحث ومطالب میں ہیں وہ بھی ایسی ہی ہیں مثلاً۔

بعض مصنفات علمیہ:

(۶) کتاب السیاحتہ المدنیہ۔ تمدن وتہذیب کے بیان میں۔

(۷) اجزاء المدنیۃ۔ تمدن وتہذیب کی علمی وفلسفی تقسیم۔

(۸) الاجزاء الطبیعیۃ۔ فزیکل سائنس میں۔

(۹) انقسام الاجزاء۔ سائنس کی تعمیل میں۔

(۱۰) تکورالمدنیۃ۔ تمدن کیوں کر خراب ہو جاتا ہے۔

(۱۱) تکورالطبیعتہ۔ سائنس میں کیوں کر خرابی آتی ہے۔

(۱۲) انقسام اجزاء الملتہ۔ مذہب وقوم کا شیرازہ کیونکر بکھرتا ہے۔

(۱۳) الابانتہ عن المواد۔ روئے زمین پر اصلی مادے کیا کیا اور کون کون سے ہیں۔

(۱۴) کیفیت وترکیب العوالم۔ اس کتاب میں بتایا ہے کہ عالم کی ترکیب کن کن اجزاء سے ہے۔ اجرام افلاک کیا ہیں ان میں کون کون سے محسوس اور کون کون سے غیر محسوس ہیں کن کن میں کثافت ہے کن کن میں لطافت ہے اور اہل مذاہب نے اس باب میں کیا کیا باتیں کہی ہیں۔

یہ کتاب (مروج الذہب) تاریخ میں ہے واقعات عالم میں ہے زمانہ ماضیہ کے تذکرے میں ہے کہ کیسے کیسے پیغمبر، کیسے کیسے بادشاہ گزرے ہیں جن کی سیرتیں کس کس نہج کی تھیں۔ اسی طرح اقوام وممالک کے حالات میں ہے کہ کون کون سی قومیں کن کن ملکوں میں آباد ہوئیں۔ اور انہوں نے کیا کیا آبادیاں بسائیں۔

اس کتاب کی تالیف سے میری ایک غرض تو یہ ہے کہ اہل علم وارباب حکمت نے تصنیف

Marfat.com

وتالیف سے جو مقصد رکھا ہے مجھے اس سے محبت ہے اور میں اس کی پیروی کرنا چاہتا ہوں دوسرا مدعا یہ ہے کہ عالم میں اس تالیف کے ذریعہ سے ایک عمدہ یادگار قائم ہو اور عہد قدیم کا ایک مرتب علم موجود رہے۔

مصنفین کی ہم نے مختلف حالتیں پائی ہیں بعض تو بہ کمال جودت اپنے فرض سے عہدہ برآ ہوئے ہیں بعض کوتاہ دست نکلے ہیں بعض منتہی ہیں کہ پوری پوری باتیں بیان کرتے ہیں بعض اختصار کے خوگر ہیں۔

ہم نے واقعات بھی جانچے ہیں کہ جتنے دن زیادہ ہوتے گئے۔ اتنے ہی وہ بھی زیادہ ہوتے گئے اور نئے نئے زمانے میں نئے نئے حالات نکلتے آئے بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ماہر فن تاریخ ایک دوسرے ذکی وفطین مورخ کی عیب گیری کرتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ جو شخص جتنی توجہ کرے گا اپنے ذوق وعمل کے مطابق اسی تناسب سے بہرہ ور ہوگا۔ ہر شخص کا ایک خاص حصہ ہے جو اسی سے مخصوص ہے جو اپنے ہی وطن میں گوشہ گزیں ہو اور اپنی ہی اقلیم کے واقعات پر قانع رہے وہ ایسے وسیع النظر کا ہم پایہ کیونکر ہوسکتا ہے جس نے جہاں گردی کے لئے اپنی زندگی منقسم کردی ہو اور سیاحت اقطار ارض کی غرض سے اپنے ایام عمر تقسیم کرڈالے ہوں۔ سفر کے مصائب برداشت کررہا ہو ہر ایک دقیق امر کا اس کے خاص معدن سے استخراج واستنباط کرتا ہو۔ اور ہر ایک نفیس شے کو اس کے منبع ومخزن سے نکالتا ہو۔

قدمائے مورخین:

تاریخ اور واقعات میں متقدمین ومتاخرین نے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ ان میں بعض تو پورے اترے۔ اور بعض نے غلطیاں کیں۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ ہر ایک نے خواہ وہ مصیب ہو یا مخطی انتہا درجہ کی امکانی کوششیں کیں۔ اور تصنیفات میں اپنی فطانت کے پوشیدہ جواہر نمایاں کئے مثلاً۔

(۱) وہب بن منبہ
(۲) ابومخنف لوط بن یحییٰ العامری
(۳) محمد بن اسحاق
(۴) واقدی
(۵) ابن الکلبی
(۶) ابوعبیدہ

Marfat.com

(۷) معمر بن المثنی
(۸) ابوالعباس ہمدانی
(۹) ہیثم بن عدی انطائی
(۱۰) مشرقی بن القطامی
(۱۱) حمادراویہ
(۱۲) اصمعی
(۱۳) سہل بن ہارون
(۱۴) عبداللہ بن المقنع
(۱۵) یزیدی
(۱۶) محمد بن عبداللہ لعبتی
(۱۷) آمدی
(۱۸) ابوزید سعید بن اوس الانصاری
(۱۹) نضر بن شمیل
(۲۰) عبداللہ بن عائشہ
(۲۱) ابوعبیداللہ القاسم بن سلام
(۲۲) علی بن محمد المدائنی
(۲۳) دمار بن ربیع بن سلمہ
(۲۴) محمد بن سلام الجھی
(۲۵) ابوعثمان عمرو بن عمرالجاحظ
(۲۶) ابوزید عمرو بن شبیۃ انمیری
(۲۷) نورتی انصاری
(۲۸) ابوسائب مخزومی
(۲۹) علی بن محمد بن سلیمان النوفل
(۳۰) زبیر بن بکار
(۳۱) انجیلی
(۳۲) ریاشی
(۳۳) ابن عائدہ
(۳۴) عمار بن وسیمۃ المصری
(۳۵) عیسیٰ بن لہیعقہ المصری
(۳۶) عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم المصری
(۳۷) ابوحسان الزیادی
(۳۸) محمد بن عیسیٰ الخوارزمی

موٴرخین مابعد

(۳۹) ابوجعفر محمد بن ابی السری
(۴۰) محمد بن الہیثم بن شبابۃ الخراسانی مولف کتاب الدولۃ
(۴۱) اسحاق بن ابراہیم الموصلی مولف کتاب الاغانی وغیرہ
(۴۲) خلیل بن الہیثم الخرثمی مصنف کتاب الحیل کتاب المکائد فی الحروب وغیرہ
(۴۳) محمد بن یزید المبزوالازومی
(۴۴) محمد بن سلیمان المنقری الجوہری
(۴۵) محمد بن زکریا العلائی المصری مصنف کتاب الاجراووغیرہ
(۴۶) ابن ابی الزمینی موٴدب ومعلم واتالیق امیرالمومنین المکتفی باللہ العباسی خلیفہ بغداد

Marfat.com

(۴۷) احمد بن محمد الخزاعی المعروف بالخاقانی (۵۳) علی بن مجاہد مصنف اخبار الاموبین وغیرہ الانطاکی

(۴۸) عبداللہ بن محمد بن محفوظ البلدی الانصاری (۵۴) محمد بن صالح بن النطاح مصنف کتاب رفیق ابویزید عمارہ بن زید الیمنی

(۴۹) محمد بن البرقی بن خالد الرقی الکات (۵۵) یوسف بن ابراہیم مصنف کتاب اخبار الدولۃ العباسیہ وغیرہ مصنف کتاب السبشیان ابراہیم المہدی وغیرہ

(۵۰) احمد بن محمد بن خالد البرقی (۵۶) محمد بن الحارث الثعلبی مصنف اخبار الملوک جو فتح بن خاتون وزیر کے لئے تصنیف ہوئی تھی

(۵۱) احمد بن ابی طاہر مصنف اجنار بغداد وغیرہ (۵۷) ابوسعید اسکری مصنف کتاب ادبیات العرب

(۵۲) ابوالوشاء

ایک نامور مورّخ:

(۵۸) عبداللہ بن حسن بن داریہ ایک ایسے نامور مورّخ تھے کہ تالیف میں ان کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ ان کی تصنیف کمال ملاحت کا نمونہ تھی طرح طرح کے مسائل وامور میں انہوں نے کتابیں تصنیف کیں۔ جس کو ان پر اعتماد تھا اس نے اس کا اتباع کیا ان سے فوائد حاصل کئے ان کی پیروی کی اور ان کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ یہ دعویٰ بے دلیل باور نہ آئے اور اس کی صحت مطلوب ہو۔ تو ابن داریہ کی تاریخ کبیر دیکھو جو ان تمام کتابوں سے زیادہ اپنے حدود کی جامع ہے نظم و ترتیب میں سب سے انوکھی شکل رکھتی ہے۔ سب سے بہتر معلومات اس سے حاصل ہوتی ہیں واقعات اقوام وسلاطین عجم اور ان کے حالات سیرت میں یہ کتاب اجمع الجوامع ہے۔

ابن داریہ کی نفیس کتابوں میں ایک ''المسالک والممالک'' بھی ہے۔ جو علم جغرافیہ میں ہے اس کے علاوہ اور بھی کتابیں ہیں جو تلاش کرنے پر مل جاتی ہیں اور مطالعہ کرنے پر ان کی تعریف کرنی پڑتی ہے۔

چند جامع تاریخیں:

(۵۹) محمد علی کی کتاب التاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر آں حضرت

کی وفات تک کے واقعات ہیں پھر آنحضرت علیہ السلام کے بعد سے خلفاء وسلاطین کے حالات معتضد باللہ عباسی کے عہدِ خلافت تک بیان کیے ہیں۔ ہر ایک خلیفہ یا بادشاہ کے زمانہ میں جو جو اور جیسے جیسے ماجرے پیش آتے رہے یہ کتاب سب کی جامع ہے اور سب کے حالات اس میں مذکور ہیں۔

(۶۰) احمد بن علی البلاذری کی کتاب المنسب قبائلِ عرب اور ان کے خاندانوں کے تذکرہ میں ہے اور بلاذری کی کتاب البلدان جس میں شہروں اور مُلکوں کی فتوحات کے حالات ہیں کہ کون کون سے مقامات بذریعہ صلح مسخر ہوئے اور کون کون سے بزور شمشیر مفتوح ہوئے۔اس کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے کی ہے اور آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں جو مقامات فتح ہوئے تھے پہلے ان کا بیان ہے پھر خلفائے مابعد کی عہد بہ عہد فتوحات کا ذکر ہے۔اس ذیل میں جتنے واقعات پیش آئے ہیں سب کی تشریح کی ہے اور مشرق ومغرب وجنوب کے تمام زیرنظر مقامات کی کیفیت بھی بیان کردی ہے ہم کو معلوم نہیں کہ فتوح البلدان میں اس سے بہتر کتاب بھی کسی نے لکھی ہے۔

(۶۱) داؤد بن جراح کی ''التاریخ الجامع'' جو ایرانیوں کے اکثر حالات کی جامع ہے اور ان کے علاوہ دوسری اقوام کے حالات بھی دیئے ہیں یہ مصنف دولتِ عباسیہ کے وزیر اعظم علی بن عیسیٰ بن داؤد بن الجراح کا دادا تھا۔

(۶۲) ابو رعبداللہ محمد بن الحسن بن الفراء المعروف بہ خواہر زادہ عیسیٰ بن برخان شاہ (فرخان شاہ) کی تاریخ میں ہر ایک زمانہ کے گونا گوں واقعات اور بوقلموں حالات جمع ہیں۔جو اسلام سے پہلے گزرے تھے۔یا جو اسلام کے بعد وقوع پذیر ہوئے ہیں یہ کتاب ۲۰ سنہ ھ میں تصنیف ہوئی اور اس سن تک کے واقعات اس میں مذکور ہیں۔

(۶۳) ابو عیسیٰ بن المنجم کی تاریخ جس میں پیغمبروں اور بادشاہوں کے واقعات حسب روایت تورات لکھے ہیں اور ان پر اضافہ بھی کیا ہے۔

(۶۴) عبدالرحمٰن بن خالد بن ہشام الاموی کی تاریخ جو بنی اُمیہ کے حالات میں ہے کہ اس میں ان کے فضائل ومناقب بیان کیے ہیں اور دکھایا ہے کہ دوسروں سے وہ کن کن مراتب میں ممتاز ہیں اور اپنے زمانہ میں انہوں نے کیا کیا کام کیے ہیں اور ان کی سیرتیں کیسی تھیں۔

(۶۵) قاضی ابو بشر دولابی کی تاریخ۔

Marfat.com

(۶۶) محمد بن خلف بن وکیع کی تاریخ جو ایک قابل عزت کتاب ہے اور جس کے مصنف قاضی تھے۔

(۶۷) محمد بن خالد الہاشمی کی تاریخ ''الیسر والاخبار''۔

(۶۸) اسحاق بن سلیمان الہاشمی کی تاریخ ''الیسر والاخبار۔''

(۶۹) ابو بکر محمد بن زکریاء رازی کی کتاب ''سیر الخلفاء'' یہ مصنف طبیب بھی تھا اور طب میں ''منصوری'' وغیرہ اس کی متعدد کتابیں ہیں۔

(۷۰) عبداللہ بن مسلم بن قیتقبہ الفدنیبتی جن کی بکثرت کتابیں اور بہت ہی وسیع تر ین تصنیفات ہیں مثلاً ان کی کتاب ''المعارف'' اور اسی طرح کی دوسری کتابیں۔

بعض ماہرین فن:

(۷۱) ابن جریر۔ ابو جعفر محمد بن جریر البطری کی تاریخ سب سے بہتر ہے۔ جتنی کتابیں تصنیف وتالیف ہوئیں۔ یہ ان سب پر فوقیت رکھتی ہے انواع اخبار کی جامع ،فنون آثار پر حاوی، اصناف علم پر مشتمل، بہت ہی سودمند، کثیر الافادہ کتاب ہے۔ کہ اس سے نفع بخش معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اور ایسا ہونے میں کوئی تعجب بھی نہیں۔ کیونکہ اس تاریخ کے مولف اپنے زمانہ کے فقیہ اور علامۂ دہر تھے۔ فقہائے روزگار و حاملین احادیث و آثار کے علوم کی انتہا انہیں تک ہے یعنی فقہ اور حدیث و تاریخ کے وہ اتنے بڑے عالم تھے کہ تمام دوسرے علمائے عہد انہیں کے بیان سے سند لیتے تھے۔

(۷۲) نفطویہ۔ ابو عبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفتہ الواسطی الخوی نے بھی یہی روش اختیار کی ہے اور ان کا لقب نفطویہ تھا۔ اور یہ علم نحو مین بھی فاضل تھے۔ ان کی تاریخ ملاحت اور فوائد سے لبریز ہے اور خواص اہل علم وسرداران فن کے لطائف معلومات کی بہترین شان رکھتی ہے۔ وہ اپنے زمانہ میں سب سے اچھے مؤلف اور سب سے زیادہ ملیح التصنیف تھے۔

(۷۳) صولی۔ محمد ﷺ بن یحیٰ الصولی بھی اسی زمرہ میں ہیں۔ اور ان کی کتاب الاوراق بھی اسی قبیل کی ہے جس میں خلفاء بنی عباس، خلفا بنی امیہ شعرائے عہد دولت عباسیہ وامویہ، اور ان دونوں سلطنتوں کے وزراء وارکان دولت کے حالات ہیں۔ اس میں ایسی ایسی انوکھی باتیں بیان کی ہیں جن سے تمام دوسرے مؤرخ قاصر رہے۔ کتنے ہی امور واشیاء ہیں جن کے بیان میں وہ منفرد ہیں۔

(۷۴) لاحقین بہ سابقین۔

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن حمدان الموصلی الفقیہ نے اپنی تاریخ ''کتاب الاخبار'' کے ذریعہ سے کتاب ''الروضہ'' کا معاوضہ کیا ہے۔اور ''الباہر'' اس کالقب رکھا ہے۔

(۷۵) ابراہیم بن ماموںیہ الفارسی نے ''مبرد'' کی کتاب ''الکامل'' کے معاوضہ میں اپنی تاریخ تصنیف کی ہے۔

(۷۶) ابراہیم بن موسیٰ الواسطی الکاتب نے محمد بن داؤد الجراح کی اخبار الوزراء کے معاوضہ میں ایک دوسری ''اخبار الوزراء'' لکھی ہے۔

(۷۷) علی بن الفتح الکاتب المعروف بالمطوق جنہوں نے متعدد وزرائے خلیفہ المتقدر باللہ العباسی کے حالات لکھے ہیں۔

(۷۸) مؤرخ مصری۔مولف تاریخ زہرۃ العیون وجلاء القلوب۔

(۷۹) عبدالرحمٰن بن عبدالرزاق المعروف بالجوزجانی السعدی مؤلف تاریخ!

(۸۰) ابوذکوۃ الموصلی مؤلف تاریخ موصلی۔

(۸۱) احمد بن ابی یعقوب المصری مؤلف ''اخبار العباسیین''۔

(۸۲) عبداللہ بن الحسین بن مُعدَ الکاتب مؤلف اخبار الخلفاء بنی العباس وغیرہم۔''

(۸۳) محمد بن مزید بن ابی الازہر مؤلف کتاب ''الہراج والاحداث۔''

ایک مورّخ نما دخیل:

میں نے دیکھا کہ سنان بن ثابت بن قرۃ الحرجانی نے وہ فن اور وہ طریقہ اختیار کیا۔جو اس کا فن اور اس کا طریقہ نہ تھا۔بلکہ وہ اس میں دخیل بننا چاہتا تھا اس نے ایک کتاب تالیف کر کے اپنے ایک انشا پرداز ایک صاحب قلم دوست کو بھیجی۔جس کی ابتداء میں اخلاق کے جامع مباحث ہیں۔آداب نفس کے تذکرے ہیں نفس کی تین قسمیں ہیں (۱) نفس ناطقہ (۲) نفس غصبیہ (۳) نفس شہوانیہ۔سیاست اور تمدن کے مسائل بھی ایسے ہی لکھے ہیں جیسے افلاطون نے اپنی کتاب ''السیاستہ المدنیہ'' میں لکھے تھے کہ اس کے دس مقالے ہیں اس پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ بادشاہ اور وزیروں پر کیا کیا واجب ہے جس میں ایسے واقعات بھرے ہیں کہ دیکھے تک نہ تھے۔مگرفی زعمہ یہ سب اس کے نزدیک صحیح و درست ہے اس سلسلہ کو خلیفہ المعتصد باللہ کے

واقعات سے ملا دیا ہے۔اور اپنا تذکرہ بھی کیا ہے کہ خلیفہ کی صحبت میں اس کے پچھلے دن کیسے گزرے۔ یہ لکھ کر اور بھی ترقی کی ہے کہ ایک ایک خلیفہ کی تاریخ لکھی ہے لیکن تاریخ کا جو طریقہ ہے اور مؤلفین کا جو انداز ہے یہ کتاب ان سب سے الگ ہے بلکہ سب کی ضد ہے۔

ثابت بن قرہ کی تاریخ تو فی نفسہ اچھی ہے اور معانی تاریخ کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔مگر عیب یہ ہے کہ وہ اپنے مرکز فن سے باہر نکل آیا۔اور بہ تکلف ایسا کام شروع کیا جو اس کا پیشہ نہ تھا۔جس علم میں وہ منفرد و یکتا مانا جاتا تھا۔مثلاً علم اقلیدس، معظمات، مجسطی، مدورات اگر ان معلومات کو لیتا اور سقراط و افلاطون و ارسطو سے افتتاح کرتا اشیائے فلکیہ آثار علویہ، امزجہ، طبیعیہ، نسبت، تالیفات، نتائج، مقدمات صنائع مرکبات، معرفت طبیعیات، الٰہیات، جواہر، ہیئیات، مقدار اشکال وغیرہ انواع فلسفہ کے مسائل لکھتا تو اس تکلف سے بچ جاتا ہے۔اور ایسا کام کئے ہوتا جو اس کے شایانِ شان سمجھا جاتا لیکن اپنی قدر کے جاننے والے کہاں کہ منزلت شناس تو مفقود ہیں۔

عبداللہ بن مقفع کا مقولہ ہے۔

''جس نے کوئی کتاب تصنیف کی۔اس نے اپنے آپ کو تیروں کا آماجگاہ بنایا۔اگر کتاب اچھی ہوئی تو جو پایۂ عزت قرار پایا۔اور اگر بُری ہوئی تو جو عزت تھی اس کو بھی گنوایا۔

محدثین وعلمائے رجال:

ہم نے اس مین صرف انہیں تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔جن کے مصنفین و مؤلفین مشہور ہیں۔وہ تاریخیں قصداً ترک کردی گئی ہیں۔جو محدثین نے اسمائے رجال (حدیث دریافت کرنے) کے لئے لکھی ہیں۔اور ان کے زمانے اور طبقات ظاہر کئے ہین کیونکہ یہ ہمارے موضوع کلام سے جسے اس کتاب میں ہم لانا چاہتے ہیں ایک زائد امر ہے اس لئے کہ حاملان آثار واحادیث وتاقان سیر واخبار نبوی وطبقات اہلِ علم صحابہ وتابعین اور ہر عہد کے بزرگوں کے حالات بہ اختلاف انواع و تنازع آراء جن میں فقہائے واہل الرائے وارباب مذاہب و متکلمین سب شامل ہیں۔تا بہ ۳۳۲ھ ہم اپنی تصنیف اخبار الزمان وکتاب الاوسط میں درج کر چکے ہیں۔

مبادی:

بہ لحاظ نفاست مضامین واہمیت مطالب کہ جن خاطر وخیالات عظیمہ پر یہ کتاب حاوی

Marfat.com

ہے۔ وہ معنوی طور پر ہماری گزشتہ کتابوں کے طالع اسی پر مشتمل ہے۔ اور ہماری تالیفات کی روشن تلمیحات اس میں ہیں میں نے اس کتاب کا نام "مروج الذہب ومعاون الجواہر" رکھا ہے جس کے معنے ہیں "سونے کے مرغزار اور جواہرات کی کانیں"۔

اس کتاب کی خصوصیت:

میں نے اس کتاب کو شرفائے ملوک واہل نظر کے لئے تحفہ قرار دیا ہے کہ جو ضرورتیں داعی ہوتی ہیں اور طبیعتوں کو جن معلومات کے فراہم کرنے میں انہماک ہوتا ہے۔ وہ سب اس میں ہیں اور جو کچھ پہلے گزر چکا ہے اس کی درایت کا یہ وسیلہ ہے ہماری مصنفات سابقہ کے جو مقاصد ہیں وہ بھی اس کتاب میں شامل ہیں اور ایسے جامع امور بھی ہیں جن کا جاننا ایک دانشمند ادیب کے لئے موجبِ زینت ہے اور جن سے تغافل برتنے میں ان کو کبھی معذور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ غرض کوئی نوع علم، کوئی صنف خبر اور کوئی طریق اثر ایسا نہ ہوگا جس کا تذکرہ تفصیلاً یا اجمالاً یا شارۃً اس کتاب میں نہ ہو یا کم سے کم فحوائے کلام ہی سے اس کی جانب ایما نہ ہوتا ہو۔

انداز:

کوئی شخص اگر اس کتاب میں کچھ تحریف کرے یا اس کی بنیادیں میں سے کوئی رکن ہٹادے یا کسی امر واضح کو تاریک بنادے یا عنوانات میں اشتباہ ڈال دے یا تغیر کرے یا بدل دے یا اپنی طرف سے کچھ بھر دے یا مختصر کر دے یا ہمارے سوا کسی دوسرے کی جانب اس کو منسوب کرے تو خدا کا وہ غضب وہ عذاب وہ بلا اس پر نازل ہو جس کے مقابلہ سے اس کی قوت صبر وتحمل عاجز آئے۔ تخیل وقف حیرت ہو جائے۔ خدا اس کو سارے جہان کے لئے مثلہ بنائے (مُثلہ وہ شخص جس کے ناک کان وغیرہ کاٹے گئے ہوں) اور عبرت اندوزوں کے لئے سرمایہ عبرت قرار دے اور تعزیر کی وہ ایک نشانی ہو قدرت کاملہ نے جو کچھ اسے عطیہ دیا ہو سب چھین لے اور قوت ونعمت کے جو انعامات اسے ملے ہوں بدیع السمٰوات والارض ان سب کے درمیان حائل ہو جائے۔ خواہ وہ کسی مذہب وملت وعقیدہ کا کیوں نہ ہو اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کتاب کی ابتداء وانتہا دونوں اسی تخویف پر مشتمل ہیں کہ ہوا وہوس یا شقاوت جس پر غالب ہو اس کو روک سکے۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ اپنے پروردگار کے حکم کو نگاہ میں رکھے اور انقلاب حالت سے ڈرتا اور بچتا رہے کہ مدتِ عمر قلیل مسافت قصیر اور جانا خدا کے پاس ہے۔

اب وقت ہے کہ اس کتاب کے جو ابواب ہیں اور ہر باب جن جن مضامین پر حادی ہے

Marfat.com

ان سب کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے۔

ابواب کتاب:

آغاز کتاب میں ہم نے اس تصنیف کے اغراض بیان کر دیئے ہیں۔اب اس کے تمام ابواب وفصول کی حسب ترتیب ومدارج استحقاق تشریح کئے دیتے ہیں کہ خواہشمندوں کے لئے یہ کتاب قریب التناول ہو جائے یعنی بآسانی وہ اس کو پڑھ سکیں کہ کن کن مطالب کا اس تصنیف نے احاطہ کر رکھا ہے۔

(۱) سرآغاز آفرینش۔شانِ تکوین۔مخلوقات کا پیدا ہونا۔اور پراگندہ ہو جانا۔از آدم تا بہ ابراہیم علیہما السلام۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات۔انبیاء وملوک۔مابعد کے حالات۔جو بنی اسرائیل میں ہوئے۔

(۳) ارجبعم بن سلیمان بن داؤد کی سلطنت۔بنی اسرائیل کے ملوک۔مابعد کی کیفیت۔اسرائیلی پیغمبروں اور بادشاہوں کے تذکرے۔

(۴) تذکرہ اہلِ فترت۔یعنی وہ لوگ جو مسیح علیہ السلام کے بعد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے گزرے۔

(۵) ہندوستان کے حالات۔ارباب ہندوستان کے حالات۔ان کے ملوک اور ممالک کی مدتیں۔ان کی سیرتیں۔عبادات میں ان کے اعتقادات۔

(۶) کرہ ارض۔سمندر۔نہروں اور پہاڑوں کا مبدء ہفت اقلیم اور جو کواکب ان سے متعلق ہیں وغیر ذالک۔

(۷) سمندروں کا منتقل ہو جانا اور بڑی بڑی نہروں اور دریاؤں کا بیان۔

(۸) بحر حبش کے حالات اور جو باتیں اس کی مقدار اس کے شعبوں اور اس کی خلیجوں کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔

(۹) مدّ وجزر میں لوگوں کے مباحثات اور اس ذیل میں جو کچھ کیا گیا ہے اس کا مجموعہ۔

(۱۰) بحیرۂ روم اور اس کے طول وعرض وابتداء وانتہا کے متعلق اقوال۔

(۱۱) بحر نیطش وبحرِ مانطش وخلیج قسطنطنیہ۔

(۱۲) بحر باب۔بحیرۂ خزر۔بحر جرجان۔اور تمام سمندروں کا ترتیبی بیان۔

(۱۳) تذکرہ سلاطین چین و ترک نسل عابور کا متفرق ہو جانا حالات چین وملوک چین جامعۂ سیرت وسیاست۔

(۱۴) سمندروں میں اور ان کے اردگرد کیا گیا عجائب ہیں کون کون سی قومیں ہیں۔پادشاہوں کے مراتب ومدارج۔دغیر ذالک۔

(۱۵) تذکرہ جبل الفتح۔واقوام لان وسریر۔وانواع ترک وبلغاروذکر باب والابواب۔اور جو جو بادشاہ اور قومیں ان کے حوالی میں ہیں۔

(۱۶) سُریانیوں کے پادشاہ۔

(۱۷) بادشاہان موصل ونینوا جو صوری تھے۔

(۱۸) بادشاہان قبائل نبط وغیرہ جو کلدانی تھے۔

(۱۹) اولین سلاطین ایران۔ان کی سیرت۔ان کے حالات پر ایک مجموعی نظر۔

(۲۰) ملوک طوائف۔یعنی شاہان اشغانی۔جو اولین دور میں سلاطین فارس کے درمیان گزرے ہیں۔

(۲۱) فارسیوں کا سلسلہ نسب اقوال مذکورہ۔

(۲۲) ساسانی پادشاہ (سلاطینِ ایران کا سلسلہ ثانیہ) پادشاہوں کی سیرت مجموعی حالات۔

(۲۳) سلاطین یونان کے حالات۔اُن کے سلسلہ نسب کے بارہ میں بعض اقوال۔

(۲۴) ہندوستان میں سکندر کی جنگ (مجموعی تذکرہ)۔

(۲۵) شاہان یونان جو سکندر کے بعد گزرے۔

(۲۶) شاہان روم (رومان) آغاز سلسلہ نسب تعداد سلاطین تاریخ سنین۔مجموعہ سیرت۔

(۲۷) شاہان روم جو عیسائی ہوگئے کہ قسطنطنیہ کے پادشاہ ہی تھے ان کے عہد کے روشن واقعات۔

(۲۸) شاہانِ روم بوقت ظہورِ اسلام تا بعہد ارسینوس جو ۳۳۲ھ میں روم کا بادشاہ تھا۔

(۲۹) مصر۔رودِنیل۔حالات عمارات۔عجائب وغرائب شاہانِ مصر کے واقعات۔

(۳۰) سودان۔سلسلہ نسب۔اختلاف اجناس وانواع۔مقامی بتاین۔حالات ملوک۔

(۳۱) فرنگی۔جلالقہ۔ان کے پادشاہ۔ان کے حالات وسیرت کا مجموعہ باشندگان اندلس کے

Marfat.com

ساتھ ان کی لڑائیاں۔

(۳۲) نوکبرو۔ملوک نوکبرو۔مسالک۔راہیں اور سڑکیں۔

(۳۳) قوم عاد۔ملوک عاد مجموعی حالات طول عمر کے متعلق اقوال۔

(۳۴) قوم ثمود۔ملوک ثمود۔پیغمبر ثمود حضرت صالح علیہ السلام کے مجموعی حالات۔

(۳۵) مکہ۔حالات مکہ۔بنائے بیت اللہ (کعبہ شریف) قبائل جرہم وغیرہ جو یہاں آباد ہوئے متعلقات باب۔

(۳۶) کرہ زمین اور اس کے شہروں اور ملکوں کا مجموعی تذکرہ اشتیاق نفس بہ وطن۔

(۳۷) یمن کو یمن کیوں کہا گیا شام کو شام کیوں کہا گیا۔عراق وحجاز کو عراق وحجاز کیوں کہا گیا۔ اختلافات ومباحثات۔

(۳۸) قبائل یمن۔ملوک یمن۔تبابعہ وغیرہم۔سیرت۔مقدار سنین۔

(۳۹) حیرہ کے یمنی وغیرہ یمنی پادشاہ ان کے حالات۔

(۴۰) شام کے یمنی وغیرہ یمنی پادشاہ ان کے حالات۔

(۴۱) صحرانشین قومیں اہل بادیہ (عرب وغیر عرب) یہ قومیں صحرانشین کیوں ہیں پہاڑی کرد سلسلہ نسب مجموعی حالات وغیرہا جو اس باب سے ملتے جلتے واقع ہوئے ہیں۔

(۴۲) مذاہب عرب۔معتقدات جاہلیت۔ممالک میں متفرق ہو جانا۔اصحاب فیل۔حبشیوں کے حالات (وغیرہم) عبدالمطلب وغیرہ ملحقات باب۔

(۴۳) نفس کے متعلق عربوں کے مذاہب ہام صفران کے حالات۔

(۴۴) غولوں کے متعلق عربوں اور غیر عربوں کے اقوال ملحقات باب۔

(۴۵) ہاتفِ غیب اور جن کے متعلق عربوں اور غیر عربوں کے اقوال جو ان کو مانتے ہیں اور جو نہیں مانتے ہیں۔

(۴۶) مذاہب عرب متعلق بہ قیافہ۔عیافہ۔زجر۔سانح۔بازج وغیرہ۔

(۴۷) کہانت۔کیفیت کہانت۔اقوال۔حالات۔نفس ناطقہ وغیرہ کی حدیں۔خواب کی باتیں وغیرہا جو اسی باب سے ملتی جلتی واقع ہوئی ہیں۔

(۴۸) کاہنوں کے حالات سیل عرم ارضِ سبا مارب قبائل ازد کا انتشار وتفرقِ غیر ممالک میں ان کا آباد ہونا مجموعی حالات۔

Marfat.com

(۴۹) عرب کے سنہ۔عجم کے سنہ۔عربی مہینے۔عجمی مہینے۔متفقات مختلفات۔

(۵۰) قبطی مہینے۔سریانی مہینے۔سنوات۔اختلاف اسماء تاریخ کے متعلق مجموعی بحث۔ وما یتصل بہ۔

(۵۱) سریانی مہینوں کی موافقت رومی مہینوں سے تعداد ایام سنہ۔پچھتروں کی پہچان (یا آثار کواکب)۔

(۵۲) ایرانی مہینے وغیرہ۔

(۵۳) ایرانیوں کا زمانہ۔حالات وغیرہا۔

(۵۴) سنین عرب۔شہور عرب۔روز و شب کے نام۔

(۵۵) قمری مہینوں کی راتیں۔عربوں کے اقوال وغیرہا۔

(۵۶) عالم پر آفتاب و ماہتاب کی اثر اندازی مجموعی حالات وغیرہا۔

(۵۷) انواع عالم۔اجزائے شرقی و غربی و یمنی (شمالی) وجنوبی جو تسلط کواکب کے ساتھ مختص ہیں عجائبِ عالم وغیرہا۔

(۵۸) یونانیوں کے بقاع متبرکہ اور ان کی کیفیت۔

(۵۹) صقلبیوں کے بقاع متبرکہ اور ان کی کیفیت۔

(۶۰) قدیم رومیوں کے بقاع متبرکہ اور ان کی کیفیت۔

(۶۱) حران اور غیر حران کے صابیوں کے بقاع متبرکہ اور ان کی کیفیت۔اور ان کے عجائب وغرائب اخبار۔

(۶۲) آتش کدوں کا بیان۔کیفیت۔تعمیر اخبار مجوس۔ملحقات عمارت۔

(۶۳) مجموعی تاریخ عالم۔از ابتدا تا بہ ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جو معلومات کہ اس باب سے ملتی جلتی واقع ہوئی ہیں۔

(۶۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نسب وغیرہ ملحقات باب۔

(۶۵) حالات بعثت تا بہ ہجرت۔

(۶۶) مجموعی حالات ہجرت تا بہ وفات۔

(۶۷) وہ امور و حالات جو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تا بہ وفات ظہور پذیر ہوتے رہے۔

Marfat.com

(۶۸) وہ باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں اور جو آپ سے پہلے کسی نے نہ کہی تھیں۔

(۶۹) خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔نسب۔حالات۔سیرت۔

(۷۰) خلافت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔نسب۔حالات۔سیرت۔

(۷۱) خلافت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔نسب۔حالات۔سیرت۔

(۷۲) خلافت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔نسب۔حالات۔سیرت۔اور آپ کے بھائیوں اور بہنوں کا سلسلہ نسب۔

(۷۳) مجموعی حالات جو صفین میں اہلِ عراق و اہلِ شام کے مابین گزرے۔

(۷۴) فیصلہ کے لئے حکم تقرر ابتداء تحکیم۔

(۷۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ اہل نہردان سے جو شراۃ (خوارج) تھے وغیرہ۔

(۷۶) مقتل (شہادت) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۷۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال وکلمات وزہد وغیرہ۔

(۷۸) خلافت حسن بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حالات۔سیرت۔

(۷۹) معاویہ بن ابی سفیان کا زمانہ حالات۔سیرت۔نادر واقعات۔

(۸۰) معاویہ کے مجموعی حالات۔اخلاق۔سیاست بعض ضروری چیزیں۔

(۸۱) صحابہ۔مدائح صحابہ علی بن ابی طالب وعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے واقعات اور فضائل۔

(۸۲) مقتل (شہادت) حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما وہ لوگ جو آپ کے اہل بیت اور جماعت میں سے قتل (شہید) ہوئے۔

(۸۳) اسمائے اولاد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

(۸۴) یزید بن معاویہ کے حالات۔سیرت بعض افعال نادرہ جو حرہ وغیرہ میں پیش آئے۔

(۸۵) معاویہ بن یزید کا زمانہ۔مروان بن حکم مختار بن عبید اللہ۔عبداللہ بن زبیر۔بعض واقعات جو ان ایام میں پیش آئے۔

(۸۶) عبدالملک بن مردان کا زمانہ۔حالات۔سیرت۔حجاج بن یوسف کے افعال واخبار۔

(۸۷) حجاج بن یوسف کا بیان۔خطبات بعض افعال۔

Marfat.com

(۸۸) ولید بن عبدالملک کا زمانہ۔ حالات۔ سیرت۔ حجاج نے اس عہد میں کیا کیا کام کئے۔

(۸۹) سلیمان بن عبدالملک کا زمانہ۔ حالات۔ سیرت۔

(۹۰) عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم کی خلافت۔ حالات۔ سیرت وزہد۔

(۹۱) یزید بن عبدالملک کا زمانہ۔ حالات۔ سیرت۔

(۹۲) ہشام بن عبدالملک کا زمانہ۔ حالات۔ سیرت۔

(۹۳) ولید بن یزید بن عبدالملک کا زمانہ۔ حالات۔ سیرت۔

(۹۴) یزید بن ولید بن عبدالملک اور ابراہیم بن ولید بن عبدالملک کے زمانے کے واقعات۔

(۹۵) قبائل یمن ونزار میں تعصب پیدا ہونے کا سبب اور اس کے متعصّبانہ نتائج جو بنی اُمیہ کے عہد میں نمایاں ہوئے۔

(۹۶) تذکرۂ دولت عباسیہ۔ حالات مردان۔ مقتل مردان اس کی جنگ اور سیرت کے مجموعی حالات۔

(۹۷) خلافت سفاح۔ حالات سیرت۔ واقعات جو اس عہد میں پیش آئے۔

(۹۸) خلافت منصور۔ حالات سیرت۔ واقعات جو اس عہد میں پیش آئے۔

(۹۹) خلافت مہدی۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات جو اس عہد میں پیش آئے۔

(۱۰۰) خلافت ہادی۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات جو اس عہد میں پیش آئے۔

(۱۰۱) خلافت ہارون رشید۔ حالات۔ سیرت واقعات جو اس عہد میں پیش آئے۔

(۱۰۲) اخبار برامکہ اور ان کے زمانہ کے واقعات۔

(۱۰۳) خلافت امین۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۰۴) خلافت مامون۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۰۵) خلافت معتصم۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۰۶) خلافت واثق۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۰۷) خلافت متوکل۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۰۸) خلافت منتصر۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۰۹) خلافت مستعین۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

(۱۱۰) خلافت معتز۔ حالات۔ سیرت۔ واقعات زمانہ۔

Marfat.com

(۱۱۱) خلافت معتمد۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۲) خلافت معتضد۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۳) خلافت مکتفی۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۴) خلافت مقتدر۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۵) خلافت قاہر۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۶) خلافت راضی۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۷) خلافت متقی۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۸) خلافت مستکفی۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۱۹) خلافت مطیع۔حالات۔سیرت۔واقعات زمانہ۔

(۱۲۰) ہجرت نبوی سے اب تک کے کہ ۳۳۶ھ ہیں اور اسی سال میں ہم اپنی کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے ہیں مجموعی تاریخ۔

(۱۲۱) ابتدائے اسلام سے ۳۳۵ھ تک کے امیر الحج۔

(۱۲۲) مجموعی ذکر القاب و بیان واعداد جو اہل درایت سے مذکور ہے۔

یہ وہ مباحث جامعہ ہیں جو اس تاریخ کے ابواب میں بیان ہوئے ہیں مگر ان کے علاوہ ہر باب میں اور بھی اخبار و آثار کی ضمن میں انواع علوم وفنون مذکور ہیں جن کا عنوانات میں تذکرہ نہ ہو سکا۔تاہم ان میں بھی وہی ترتیب ملحوظ ہے جس کی تفصیل خلفا کی تاریخ اور ان کی عمروں کی مقدار میں ہم پہلے کر چکے ہیں۔کہ ان کی لمیات وحالات کے جُدا جُدا فصول ہیں پھر ان کے روشن واقعات ہیں۔اصلی حقائق سیرت وسریرت ہیں مجموعی حالات زمانہ ہیں۔احوال وزرائے دولت ہیں انواع علوم وکے متعلق ان کی مجلسوں کے ماجرے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے فحوائے فن ومعنی کے لئے ہم اپنی سابق تصنیفات وتالیفات کے اشارے بھی کرتے گئے ہیں ابواب کتاب کا شمار ۱۲۲ ہے جس میں پہلا باب تذکرہ اغراض کتاب۔دوسرا محتویات ومشتملات اور آخری باب ۳۳۵ھ تک کے امرائے حج اور ان کے القاب کے بیان میں ہے۔

متروکات

علامہ مسعودی نے ابتدائے آفرینش سے سلسلہ تاریخ کو شروع کیا ہے لیکن اس باب کو

Marfat.com

بالفعل ہم موخر کیے دیتے ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات سے ترجمہ کتاب کی ابتدا کرتے ہیں جولمک (لامک) بن متوشلخ بن ادریس (اخنوخ) کے فرزند تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بلغاری وردسی وصقلبی یعنی سلانی یا سلاؤنسل کی قومیں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد ہیں وہ وقت بھی آئے گا جن باب کا ترجمہ رہ گیا ہے وہ بھی شائع کردیا جائے گا۔ لیکن سردست حضرت نوح علیہ السلام کے واقعات سے ابتدا کی جاتی ہے (وباللہ التوفیق)۔

حضرت نوح علیہ السلام

فراوانی فتنہ وفساد نے جب روئے زمین پر شدید ترین تاریکی پھیلائی تو حضرت نوحؑ دعوت الی اللہ کے لئے اُٹھے۔ مگر قوم نے اس دعوتِ حق کو لبیک کہنے سے انکار کردیا۔ اور سرکشی وکفر سے کوئی باز نہ آیا۔ ناچار حضرت نوح علیہ السلام نے خدا کی جناب میں رجوع کیا اور قوم کو بددعا دی۔ خدا نے کشتی بنانے کے لئے وحی بھیجی جس سے فارغ ہونے پر حضرت جبریل آئے اور حضرت آدمؑ کا تابوت ساتھ لائے۔ جمعہ ۱۹۔ آذر ماہ کو نوح علیہ السلام اپنی جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے جو پانی پر رواں تھی اور پانچ مہینے کی مدت میں ساری زمین غرق ہوگئی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے زمین کو جذبِ آب اور آسمان کو امساکِ باراں کا حکم دیا کشتی کوہ جودی پر آکے ٹھہرگئی یہ پہاڑی جزیرہ ابن عمر موصلی کے علاقۂ ماسور میں واقع ہے اور اس کے اور دریائے دجلہ کے درمیان آٹھ فرسنگ کی مسافت واقع ہے کشتی کے خروج کی جگہ اس پہاڑی کی چوٹی پر اب تک واضح ہے۔

یہودیوں کی ایک کہانی

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ خدا نے جب زمین کو پانی جذب کرلینے کا حکم دیا۔ تو بعض اقطاع ارض نے امتثال امر میں جلدی کی۔ اور بعض نے جلدی نہ کی جن اقطاع نے فرمانِ الٰہی کی فی الفور اطاعت کی۔ کھودنے سے ان کا پانی شیریں نکلتا ہے جن حصوں نے دیر کی انہیں آبِ شور شورہ اور ریت سے بہرہ ملا اور جس پانی کو زمین جذب نہ کرسکی وہ بہ اختلاف موقع ومقام قعروں اور گڑھوں میں گر کے جمع ہوگیا۔ اور اسی کے سمندر ہوگئے یہ وہی مغضوب پانی ہے جس سے خدا نے کتنی قومیں ہلاک کیں۔

Marfat.com

اولادنوح علیہ السلام:

کشتی سے حضرت نوح اپنے تینوں بیٹوں سام۔حام۔یافث کو لے کر اُترے۔جن کے ساتھ ان کی بیویاں بھی تھیں۔تمام نفوس کی تعداد اسی ۸۰ تھی۔چالیس عورتیں سب نے مل کے اسی پہاڑ کے دامن میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام ''ثمانین'' رکھا (عربی وعبری وسُریانی وارامی زبانوں میں ثمانین اسی (۸۰) کو کہتے ہیں) اس شہر کا یہی نام اب بھی ہے اور آج تک یہ اسی نام سے موسوم ہے۔

ان اسی نفوس میں سے نسل انسانی صرف حضرت نوح کے تینوں بیٹوں سے چلی۔اللہ تعالیٰ نے بھی یہی خبردی ہے کہ وجعلنا ذریته هم الباقین یعنی صرف ذریت نوح کو ہم نے باقی رکھا۔اس تاویل کی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے۔

نوح علیہ السلام کا وہ لڑکا جو کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا اور جس کے لئے حضرت نوح نے کہا تھا۔کہ یابنی ارکب معنا (اے میرے بیٹے میرے ساتھ سوار ہوجا) اُس کا نام ''حام'' تھا۔

نوح علیہ السلام نے اپنے فرزندوں میں زمین تقسیم کردی۔اور ہر ایک کو ایک ایک حصہ دے دیا۔حام سے حضرت نوح کسی بات سے ناراض تھے اور ساتھ ہی اس بات کی شہرت بھی ہے اس کو بددعا دی کہ حام ملعون ہے اپنے بھائیوں کا سرکش غلام رہے گا سام بابرکت ہوگا اور خدا یافث کو بڑھائے گا۔اور سام کی آبادی میں بھی یافث آجائے گا۔

تورات میں ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام تین سو پچاس برس زندہ رہے لہٰذا ان کی تمامتر عمر نوسو پچاس برس کی ہوگی۔

حام چلا گیا۔اور اس کی اولاد بھی اسی کے ساتھ چلی گئی۔ان سب نے بروبحر میں اپنی بستیاں بسائیں جن کا تذکرہ ہم کسی دُوسری جگہ کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ نسل آدم کیونکر پھیلی۔اور یافث وسام وحام کی اولاد نے کہاں کہاں آبادیاں قائم کیں۔

سام بن نوح کی نسل:

سام نے ناف زمین میں کہ حرم بیت اللہ کا علاقہ ہے۔بُودوباش اختیار کی جس کی حدیں تابہ حضرموت۔تابہ عمان۔تابہ عالج وسیع تھیں۔

سام کے لڑکے ارم وارفخشد تھے۔

Marfat.com

ارم کی اولاد میں ایک تو قبائلِ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہیں جن کا علاقہ احقاف رمل (عرب) تھا۔ اور حضرت ہود علیہ السلام ان میں پیغمبر بھیجے گئے تھے۔

دوم: ثمود بن غاثر بن ارم جو علاقۂ حجر (عرب) میں فروکش تھے۔ کہ حجاز و شام کے مابین واقع ہے خدا نے ان میں ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ جنہیں وہ واقعات پیش آئے کہ واضح و مشہور ہیں۔

سوم: طسم۔ وجدیس۔ فرزندان لاوذ بن ارم۔ جو یمامہ و بحرین (عرب) میں فروکش ہوئے۔ اور کچھ شام میں جا رہے۔ قوم عمالقہ کہ مختلف ممالک میں پھیل گئی تھی اسی نسل میں سے تھی۔

امیر بن لاوذ بن ارم بھی انہیں کے بھائی تھے جو فارس (ایران) میں فروکش ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبیلہ امیم سرزمین ''دبار'' میں فروکش ہوا تھا۔ اور یہ وہی علاقہ ہے کہ راویان اخبار عرب گمان کرتے ہیں کہ اس پر غالب آ گئے تھے۔

فرزندان عمیل بن عوض برادر عاد بن عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ) میں فروکش ہوئے۔ اور ماس بن سام بن نوح نے بابل میں قیام کیا اس کا لڑکا نمرود تھا جس نے بابل میں صرح (منارہ پالاٹ) بنایا دریائے فرات کے ساحل پر پُل بندھوایا۔ اور پانچ سو برس تک بادشاہی کرتا رہا۔ وہ قوم قبط کا بادشاہ تھا۔ اور اسی کے زمانہ میں خدا کی قدرت نے زبانوں میں (بہ زعم یہود) فرق ڈال دیا۔ اولاد سام میں ۱۹ زبانیں رائج ہوئیں۔ اولاد حام میں ۱۷ اور اولاد یافث میں ۳۶ اس کے بعد اور بھی زبانیں شاخ در شاخ نکلتی رہیں آخر نسلِ انسانی ملکوں میں پھیل گئی۔ اس حالت میں لوگوں نے عراق میں جو اشعار کہے ان کا تذکرہ بھی آئے گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اقوام میں جس نے زمین کی تقسیم کی، وہ فالغ تھا۔ جس کے معنے فالح یعنی قاسم کے ہیں (فلغ۔ فلح اور قسم سب کے معنے تقسیم ہی کے ہیں) یہ قاسم الارض (فالغ) شالح کے لڑکے تھے اور وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جد (دادا) ہیں۔ شالح بن فالغ کے لڑکے عابر تھے ان کے قحطان ان کے یعرب ہی کو اوّل اوّل ان کی اولاد نے بادشاہی سلام (انعم صباحا اور بیت اللعن) کیا۔ لیکن ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ حیرہ کے ایک بادشاہ کو پہلے پہل سلام کیا گیا تھا۔ تمام قبائلِ یمن کے مورث قحطان ہی تھے۔

Marfat.com

عربیت کی ابتدا:

یعرب نہایت فصیح اللسان تھا۔اپنے معنی ومفہوم کو اچھی طرح واضح کر دیا کرتا تھا۔اور اسی بناء پر وہ پہلا شخص تھا جس نے عربی زبان میں گفتگو کی (کیونکہ عربیت کے معنے بھی ایضاع وافصاح ہی کے ہیں)

یقطن بن عاد بن شالخ کو جرہم بھی کہتے ہیں جو یعرب کے بنی عم تھے یہ خاندان ان قبائل میں سے تھے جو پہلے یمن میں آباد تھے۔اور ان کی بول چال عربی ہوگئی تھی بعد میں وہ لوگ مکہ مبارکہ میں آباد ہوئے جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کرینگے قبیلۂ بنی قطورا نہیں کے بنی عم ہیں آخر اللہ تعالیٰ نے مکہ مبارکہ کو حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسکن قرار دیا۔وہیں آپ نے بُودوباش اختیار کر لی اور قبیلۂ جرہم ہی میں آپ نے نکاح بھی کیا لہٰذا بنی اسماعیل کے ماموں یہ لوگ ہوئے۔

خرافات یہود:

اہل کتاب (یعنی بنی اسرائیل) کا بیان ہے کہ سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے مالک بن سام اب تک زندہ ہیں اور ہمیشہ (تا قیامت) زندہ رہیں گے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سام بن نوح علیہ السلام کو وحی بھیجی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جثہ کی حفاظت جس کو تم نے سپرد کی تھی میں نے اسے بقائے ابد وحیات جاوید کی نعمت عطا فرمائی۔بات یہ ہے کہ سام بن نوح علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت ناف زمین میں دفن کیا تھا۔اور مالک کو ان کی قبر کی حفاظت پر مامور و مؤکل بنایا تھا۔

سامیوں کا سلسلہ:

سام بن نوح علیہ السلام کے بعد بنی سام کی سرگروہی ارفخشد بن سام کو حاصل ہوئی جن کی عمر قبض روح کے وقت چارسو ۴۶۵ برس کی تھی وہ ماہ نیستان میں واصل بحق ہوئے۔

ارفخشد کے بعد شالخ بن ارفخشد سرگردہ ہوئے جن کی عمر قبض روح کے وقت ۴۴۰ برس کی تھی۔

عابر کے بعد فالغ بن عابر سرگروہ ہوئے آباواجداد کے حسب معمول ان کی سرگروہی بھی اسی نہج پر رہی قبض روح کے وقت ان کی عمر دوسو برس کی تھی اس تاریخ میں ان کا تذکرہ پہلے بھی

Marfat.com

آ چکا ہے۔

فالغ کے بعد رعو بن فالغ سرگروہ ہوئے۔ایک ضعیف روایت ہے کہ جبار بابل (نمرود) انہیں کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا جب ان کا انتقال ہوا ہے تو اس وقت ان کی عمر دو سو برس کی تھی۔ نیستان کے مہینے میں ان کی وفات واقع ہوئی۔

رعو کے بعد ساردغ بن رعو سرگردہ ہوئے۔ایک ضعیف روایت ہے کہ انہیں کے زمانہ میں بُت پرستی وصورتگری نکلی جس کے مختلف اسباب تھے کہ روئے زمین پر اس کے متعدد موجاب پیدا ہو گئے تھے جب ان کی وفات ہوئی ہے تو ان کی عمر دو سوتیس برس کی تھی۔

ساروغ کے بعد تاحور بن ساروغ سرگروہ ہوئے اور اپنے آباد واجداد کے طریقہ پر چلے۔ان کے زمانہ میں ایسے ایسے زلزلے آئے کہ پہلے کبھی نہ آئے تھے۔

ناحور کا زمانہ ساروغ کے بعد تھا انہیں ایام میں بہت سی مصیبتیں اور آفتیں بھی حادث ہوئیں اور نئے نئے آلات بنائے گئے ہندوستانیوں اور ایسے ہی دوسری قوموں کے الگ الگ جتھے بن گئے وفات کے بعد ان کی عمر ایک سو چھیالیس برس کی تھی۔

ناحور کے بعد ان کے لڑکے تارح کی نوبت آئی کہ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آذر تھا۔اور اسی کا زمانہ نمرود بن کنعان کا زمانہ تھا۔

نمرود:۔

آتش پرستی اور روشنی کے پوجنے کا رواج نمرود ہی کے زمانہ میں ہوا۔جس نے نار دونور کی عبادت و پرستش کے متعدد مراتب و مدارج قائم کئے تھے حرب وضرب وحادثات جنگ وجدال اور مشرق ومغرب وغیرہ میں نئی نئی مملکتیں قائم ہو جانے کے باعث یہ زمانہ روئے زمین پر بڑے اضطراب کا زمانہ تھا۔اس زمانہ میں علم ہیئیات کو ترقی ہوئی سیاروں کے احکام کی بات نکلی افلاک کی رصد باندھی گئی اور ان کی تصویریں بنائی گئیں علم ہیئیات کے آلات وضع ہوئے اور لوگوں کے لئے یہ تعلیم قریب الفہم بنادی گئی۔

نجومیوں نے ہر سال کے احکام لگائے تھے۔جس سال حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔اس کے زائچہ طالع کا حساب لگا کر نمرود کو اطلاع دی تھی کہ فلاں سال میں ایک لڑکا پیدا ہو گا جوان کی عقل و دانش کو مبنی بر سفاہت بتائے گا اور کواکب پرستی کو مٹادے گا جب وہ سال آیا تو نمرود نے بچوں کے پیدا ہوتے ہی قتل کر دینے کا حکم نافذ کر دیا مگر حضرت ابراہیمؑ چھپا دیئے

Marfat.com

گئے تھے۔

آذر کہ وہی تارح تھا جب مرا ہے تو اس کی عمر دو سو ساٹھ برس کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑھے اور اس غار سے نکلے (جس میں ابتدائی پرورش کے لئے بخوف نمرود وہ چھپا دیئے گئے تھے) تو سب سے پہلے ان کی نظر زمین پر پڑی کائنات کو دیکھا عالم و مافی العالم میں نظر کی دلائل حدوث دیکھے تاثیرات کا مطالعہ کیا سیارہ زہرہ اور اس کی روشنی دکھائی دی تو اسی کو پروردگار کہنے لگے۔ چاند میں اس سے زیادہ روشنی دیکھی تو اسی کو معبود مان لیا۔ آفتاب کو جب سب سے روشن تر پایا تو فرمایا کہ یہ بڑا ہے یہی میرا پروردگار ہے۔

سیاروں کو پروردگار کہنے کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات بطریق استدلال واستخبار کہی تھی۔ بعض کی رائے ہے کہ یہ ایام بلوغ سے پہلے مگر سن تکلیف کے وقت کا واقعہ ہے بعض کی رائے کچھ اور ہے بہر حال اس واقعہ کے بعد حضرت جبریل ان پر نازل ہوئے۔ دین کی تعلیم انہیں دی خدا کے برگزیدہ ہوئے اور نبی اللہ کے ساتھ خلیل اللہ کے رتبہ پر بھی فائز ہوئے ان میں رشد کا مادہ پہلے ہی سے تھا۔ اور جو صاحب رشد ہوتا ہے وہ خطا ولغزش وعبادت غیر اللہ سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی بنا پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو غیر اللہ کی عبادت کرتے دیکھا۔ کہ مجوفات ومجسمات کو اپنا دیوتا بنالیا ہے تو ان کی عیب گیری فرمانے لگے تا آنکہ نمرود نے انہیں آگ میں ڈلوادیا مگر خدا نے اس آگ کو گلزار کردیا (یہودیوں کی ایک روایت اس باب میں ہے کہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جب آتش نمرود گلزار ہوئی ہے تو اس دن تمام روئے زمین کی آگ بجھ گئی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی یا ستاسی برس کی ہوگئی تو حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ستر برس کی تھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ماں ہاجرہ حضرت سارہ کی لونڈی تھیں جو لوگ مومنین اوّلین میں شمار ہوئے ہیں اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے ہیں۔ ان سب میں حضرت سارہ کو تقدم حاصل ہے۔ سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا بتوایل بن ناحور کی لڑکی تھیں (اور اس لئے ابتدائی رشتہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عم زاد بہن ہوتی تھیں)۔ اس کے

Marfat.com

علاوہ بطریق ضعیف دوسری روایتیں بھی مروی ہیں جن کا تذکرہ ہم کسی دوسری جگہ کریں گے۔

حضرت لوط علیہ السلام:

حضرت لوط بن ہاران بن تارح بن ناحور بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے خدا نے انہیں ارض سدوم اور اس کے پانچوں علاقوں میں پیغمبر بنا کے بھیجا تھا۔ سدوم کی یہ پانچوں بستیاں حسب ذیل تھیں۔

(۱) صبغہ (۲) عمرو (۳) اوماؤ (۴) صبوغ (۵) بالع۔

جو لوگ اصحاب الموتفکہ کے نام سے مشہور ہیں وہ یہی قوم لوط کے لوگ تھے۔ لفظ موتفکہ مادہ ''افک'' سے مشتق ہے جس کے معنے کذب و ناراستی و دروغ کے ہیں یہ ان اہل الرائے کا بیان ہے جو ان اسمائے قدیمہ کے اشتقاق کے قائل ہیں۔ اور بطریق عربیت اشتقاق کے قائل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اصحاف الموتفکہ کا تذکرہ کیا ہے قرآن میں ''والموتفکہ'' ہوے کی آیت موجود ہے۔

ارض سدوم یا دیار موتفکہ وہ علاقہ ہے جو حدود شام و حجاز کے مابین ارض اردن و بلا و فلسطین کے متصل واقع ہے۔ اتنی بات ہے کہ فلسطین تو شام میں ہے۔ اور یہ شام میں داخل نہیں۔ اس وقت تک کہ ۳۳۲ھ کا زمانہ ہے یہ علاقہ ویران چلا آتا ہے اس میں کوئی بھی آباد نہیں۔ اُلٹے پتھر اس میں موجود ہیں جو مسافروں اور سیاحوں کو سیاہ نظر آتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام اس علاقہ میں بیس برس سے چند سال اوپر تک مقیم رہے اور لوگوں کو خدا کی جانب بلاتے رہے۔ ایمان باللہ کی دعوت دیتے رہے مگر یہ لوگ ایمان نہ لائے آخر عذاب میں مبتلا ہوئے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خبر دی ہے۔

وادی غیر ذی زرع:

حضرت اسماعیل علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم ان کو لے کر مکہ مبارکہ پہنچے۔ اور وہیں ان کی بود و باش کی راہ نکالی اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق اسی طرح خبر دی ہے۔ جس میں خدا سے وہ دعا کرتے ہیں کہ رب انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم (اے میرے پروردگار میں نے اپنی نسل میں سے بعض کو تیری حرمت و عظمت والے گھر کے قریب ایک بنجر وادی میں

Marfat.com

ٹھہرایا ہے) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول کر لی کہ ان ذریات ابراہیم کی تنہائی و وحشت رفع کر دی۔ قوم جرہم و عمالقہ سے ان کو مانوس ہونے کا موقع دیا اور بہتر ے انسانوں کے قلوب ان کی جانب مائل کر دیئے۔

قوم لوط کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے زمانہ میں ان کی کرتوتوں کے باعث ہلاک کیا تھا۔

ذبح عظیم:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے فرزند کی قربانی کریں۔ امتثالِ امر واطاعتِ حکم میں انہوں نے فی الفور مبادرت کی۔ اور لڑکے کی قربانی کرنے پر تیار ہو گئے قرآن میں اس کے لئے وتلہ للجبین کے الفاظ وارد ہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ۔ نہ انہیں بچا لیا اور ان کے بدلہ ایک جانور کی قربانی ہوئی۔ فدیناہ بذبح عظیم میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے لڑکے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ ان کے بعد حضرت سارہ علیہا السلام کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس برس کی ہو چکی تھی۔

قربانی کہاں ہوئی:

اس امر میں اختلاف ہے کہ ذبیح کون تھا۔ یعنی قربانی کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطے حکم ہوا تھا۔ یا حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے۔ بعض تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں ہیں اور بعض اس سے حضرت اسحاق علیہ السلام کو مراد لیتے ہیں۔

اگر ارض حجاز میں یہ واقعہ پیش آیا ہے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح مانے جائیں گے اس لئے کہ حضرت اسماعیل جس دن سے شام سے حجاز میں لائے گئے۔ پھر کبھی شام کو واپس نہ گئے اور نہ اس ملک میں داخل ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا نکاح:

حضرت سارہ علیہا السلام کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت قنطور علیہا السلام کو اپنے

Marfat.com

حبالۂ عقد میں لائے۔جن سے چھ لڑکے پیدا ہوئے۔

(۱) مرق (۲) نفس

(۳) مدن (۴) مداین

(۵) سنان (۵) سرح

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارض شام میں انتقال کیا۔انتقال کے وقت ان کی عمر ایک سو پچانوے برس کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان پر دس صحیفے نازل کئے تھے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام:

حضرت اسحاق علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بتوایل کی لڑکی ومحاء علیہ السلام سے نکاح کیا جن سے ایک ہی مرتبہ دو لڑکے حضرت عیص علیہ السلام وحضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت عیص بڑے معلوم ہوتے تھے اور حضرت یعقوب چھوٹے۔ان کی پیدائش کے وقت حضرت اسحاق کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ان کی بصارت جاتی رہی حضرت یعقوب کے لئے دعا کی کہ وہ اپنے بھائیوں پر سردار ہوں۔اور ان کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری رہے اور عیص علیہ السلام کو دعا دی کہ ان کی اولاد میں پادشاہی رہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی جب وفات ہوئی ہے تو اس وقت ان کی عمر ایک سو پچاس برس کی تھی۔وہ اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب دفن کئے گئے ان کی قبریں مشہور ہیں۔جو بیت المقدس سے اٹھارہ میل کی مسافت پر ایک مسجد کے اندر واقع ہیں۔اس مقام کا نام ''مسجد دمرعی ابراہیم'' ہے۔یعنی حضرت ابراہیمؑ کی مسجد اور ان کی چراگاہ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام:

حضرت اسحاق علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ شام میں چلے جائیں ان کو اور ان کے بارہ بیٹوں کو پیغمبری کی بشارت بھی دی تھی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) لادی (۲) یہودہ

(۳) یساخر (۴) زبولون

(۵) یوسف (۶) بنیامین

Marfat.com

(۷) ردان (۸) نفتالی
(۹) کان (۱۰) اشار
(۱۱) شمعون (۱۲) روبیل

انہیں لوگوں کو ''اسباط اسرائیں'' یا صرف ''اسباط'' ہی کہتے ہیں۔ ان میں سے جن کی اولاد میں نبوت وحکومت کا سلسلہ جاری رہا وہ چار تھے (۱) لادی (۲) یہودہ (۳) یوسف (۴) بنیامین حضرت یعقوب اپنے بھائی عیص سے نہایت خوفزدہ تھے جن سے خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساڑھے پانچ ہزار بھیڑ بکریاں تھیں جن میں سے عیص کو انہوں نے دسواں حصہ دے دیا تھا کہ ان کے شر سے بچے رہیں۔ اور ان کی سطوت کا خوف جاتا رہے۔ یہ بھیڑ بکریاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے خوف زدہ ہو کر عیص کو اس وقت دی تھیں جب خدا نے ان کو محفوظ و مامون رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا کہ یعقوب کو ایذا دینے کی سبیل عیص کو حاصل نہ ہو گی۔ اس وعدہ الٰہی کے ہوتے ہوئے بھی دفع فتنہ کے لئے جب یعقوب نے عیص کے تطاول وتعدی سے بچنے کی تدبیر کی تو خدا نے وعدہ خداوندی کی خلاف ورزی کرنے اور اس پر مطمئن نہ ہونے کی بنا پر اس کی سزا یعقوبؑ کو ان کی اولاد کے بارہ میں دی۔ اور وحی بھیجی کہ ''میری بات پر کیا تجھے اطمینان نہ ہوا؟ اچھا اب میں تیری اولاد پر عیص کی اولاد کو ساڑھے پانچ سو برس تک فرمانردار رکھوں گا۔'' یہ وہی زمانہ تھا جب کہ رومیوں نے بیت المقدس کو خراب وخستہ اور ویران کر ڈالا تھا اور بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا یہ حالت اس زمانہ تک قائم رہی کہ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے محبوب تریں فرزند حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ بھائیوں نے حسد کیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کو وہ واقعات پیش آئے جن کا قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ان امور کی اطلاع دی ہے۔ اور اُمت نبویہ میں یہ خبر مشہور ہو چکی ہے۔

ایک سو چالیس برس کی عمر میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ملک مصر میں وفات پائی حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کا جنازہ اُٹھایا اور تابوت کو علاقہ فلسطین میں دفن کیا جہاں حضرت

Marfat.com

ابراہیم وحضرت اسحاق علیہما السلام کی تربتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی روح جب قبض کی ہے تو اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ ان کا تابوت سنگ رخام کا بنایا گیا۔ درزیں جست سے جوڑی گئیں اور ایسا روغن لگایا گیا کہ تابوت کے اندر پانی اور ہوا کا اثر تک پہنچنے نہ پائے تجہیز کے بعد اس تابوت کو رودِ نیل میں اس موقع پر ڈال دیا گیا جس کے متصل شہر منف آباد ہے حضرت یوسف علیہ السلام کی مسجد بھی یہیں واقع ہے ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یوسفؑ نے وصیت کی تھی۔ کہ ان کے تابوت کو اُٹھا کر مصر سے فلسطین لے جائیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبر کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مسجد میں دفن کریں۔

حضرت ایوب علیہ السلام:

حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ ہی میں حضرت ایوب علیہ السلام بھی تھے۔ جن کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

ایوب بن موص بن رزاح بن رعوایل بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

حضرت ایوب علیہ السلام ملک شام کی سرزمین حوران وتنیہ میں تھے جو دمشق دجابیہ کا علاقہ ہے۔ وہ بڑے دولتمند وصاحبِ اولاد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کو ابتلا میں ڈالا۔ اور یہ ابتلا خود ان کی ذات ان کے مال اور ان کی اولاد کے متعلق تھا۔ انہوں نے ان سب پر صبر کیا اور اس کی جزا میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان سے لیا تھا سب انہیں واپس دے دیا۔ اور ان کی لغزش بھی معاف کردی جس کا نتیجہ یہ ابتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعات اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنی کتاب میں بیان کر دیئے ہیں حضرت ایوبؑ کی مسجد جس میں وہ خدا کی عبادت کرتے تھے اور چشمہ جس میں انہوں نے غسل کیا تھا آج کے دن تک کہ ۳۳۲ھ ہے موجود ومشہور ہیں۔ یہ علاقہ نویٰ وجولان میں واقع ہیں۔ جو دمشق وطبریہ کے درمیان ہے اور اقطاع اردن میں شمار ہوتا ہے اور یہ مسجد وچشمہ شہر نویٰ سے تقریباً تین میل کی مسافت پر ہے وہ پتھر یہیں ہے جہاں حضرت ایوب علیہ السلام نے ایام ابتلا میں پناہ لی تھی۔ اور وہ اور ان کی بیوی جن کا نام ''رحمہ'' تھا وہیں پناہ گیر تھیں مسجد ایوب علیہ السلام میں وہ پتھر اب تک موجود ہے۔

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام جو مشہور پیغمبر نہ تھے:

علمانے تورات و متبحرین صحائف انبیاء وکتب قدیمہ بیان کرتے ہیں کہ مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران سے پہلے ایک اور موسیٰ علیہ السلام بھی گزرے ہیں جو میشابن یوسف بن یعقوب علیہما السلام کے بیٹے تھے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پڑ پوتے یہی موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جو حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں پھرے۔ اوران کی طلب میں رہے۔

حضرت خضر علیہ السلام:

حضرت خضر علیہ السلام علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ خضر بن لمکان بن فالغ بن عابور بن شالح بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

لیکن بعض اہل کتاب ان کانسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

خضر بن عمیائیل بن نصر بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ خضر کا نام ''خضرون'' تھا۔ خدا نے ان کو ان کی قوم میں پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ اور قوم نے خضر کی دعوت قبول بھی کر لی تھی اور خدا پر ایمان بھی لے آئے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو مشہور پیغمبر تھے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طور پر ہے۔

موسیٰ بن عمران بن قاہت بن لادی بن یعقوب علیہ السلام۔

مصر میں حضرت موسیٰ اس فرعون کے زمانہ میں تھے جو بڑا ظالم اور بہت بڑا جبار تھا۔ اور جس کا نام ولید تھا فرعون کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

ولید (فرعون) بن مصعب بن معاویہ بن ابونمیر بن ہلواس بن لیث بن ہران بن عمر بن عملاق۔

فراعنۂ مصر کے سلسلہ میں وہ چوتھا فرعون تھا۔ اس کا رشتہ عمر بہت دراز تھا۔ اور جسیم بھی بہت تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد سے بنی اسرائیل غلام بنالئے گئے تھے۔ اوران پر شدید ابتلاء نازل ہوئے کاہنوں اور نجومیوں اور جادوگروں نے فرعون کو اطلاع دی تھی کہ عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے اس کے ملک پر زوال آئے گا۔ اور مصر میں اس کے باعث امور عظیمہ حادث ہونگے۔ فرعون نے اس خبر سے خوفزدہ ہوکر بچوں کے ذبح کرنے کا حکم دے رکھا

Marfat.com

تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معاملہ پیش آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کو وحی بھیجی کہ اس بچہ کو دریا میں ڈال دو یہی ہوا اور وہ دریا میں ڈال دیئے گئے تا آنکہ وہ تمام واقعات اوّل سے آخر تک پیش آتے رہے جن کی خود اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کی توضیح کرائی ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام:

اسی زمانہ میں حضرت شعیب علیہ السلام تھے جن کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

شعیب بن نویت بن رعویل بن مر بن عنقاء بن مدین بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت شعیب کی زبان عربی تھی۔ وہ اہل مدین کی جانب معبوث ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون سے بھاگے تو حضرت شعیبؑ ہی کے پاس پہنچے تھے۔ اور ان کی لڑکی سے نکاح کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں وہ واقعات پیش آئے تھے جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

حضرت ہارون علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ اور ان کے بازو کو خاص انہیں کے بھائی ہارون علیہ السلام کی کی مساعدت سے قوی کر دیا۔ خدا نے ان دونوں بھائیوں کو فرعون کے پاس پیغمبر بنا کے بھیجا تھا مگر فرعون نے جب ان کی مخالفت کی تو خدا نے اس کو غرق کر دیا۔ اور وہ دریا میں ڈوب گیا۔

تیہ بنی اسرائیل:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کرلے جائیں۔ اور میدان میں چلے جائیں بنی اسرائیل تعداد میں اتنے تھے کہ چھ لاکھ تو ان میں بالغ متنفس تھے اور نابالغوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی جن کا کوئی حساب وشمار نہیں۔

الواح موسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہودی تخیل:

کوہ طور پر جو لوحیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھیں وہ زمرد کی تختیاں تھیں سبز رنگ تھا سونے کے حروف تھے۔ زریں کتابت تھی اور اسی حیثیت سے احکام الٰہی ان الواح میں مکتوب تھے۔

Marfat.com

تابوت سکینہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ کے نیچے اُترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت اپنے ایک گرسالہ کی پوجا کر رہی ہے اور اعتکاف میں بیٹھی ہے یہ دیکھنا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرط غضب سے لرزنے لگے۔ کانپنے لگے لوحیں ان کے پاس سے گر گئیں اور سب کی سب ٹوٹ گئیں۔ آخر ان سب کو جمع کر کے ایک تابوت (صندق) میں رکھا جس کا نام تابوت سکینہ تھا۔ الواح کے علاوہ اس میں اور چیزیں بھی تھیں ہیکل (یعنی معبد یا قربان گاہ) میں یہ تابوت رکھ دیا گیا تھا حضرت ہارون اس تابوت کے کاہن تھے۔ اور وہی اس ہیکل کے محافظ بھی تھے۔

تورات کا نزول تیہ بنی اسرائیل ہی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مکمل ہوا تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات:

اللہ تعالیٰ نے تیہ بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام کی روح قبض کی اور وہ کوہ مران میں دفن ہوئے جو جبل الشراہ کے قریب کوہ طور کے مضافات میں واقع ہے حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر مشہور ہے جو ایک بہت پرانے عادی غار میں ہے (جس چیز کی تاریخ منتہائے کہنگی کے باعث قدامت کی تاریکی میں گم ہوتی ہے اہل عرب اس کو "عادی" کہتے ہیں منسوب بہ قوم عاد یعنی نہایت قدیم)۔ بعض راتوں میں اس غار سے ایک بڑی گھنگھناہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے جس سے ہر ذی روح ڈر جاتا ہے۔

ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ہارونؑ دفن نہیں کئے گئے بلکہ اس غار میں غیر مدفون رکھے ہیں۔

اس غار کا ایک عجیب واقعہ ہے جس کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب **اخبار الزمان عن الاھم الماضیتہ والا ممالداثرہ** میں کیا ہے۔ یہاں جو پہنچا ہوگا اس کو ہماری بیان کی ہوئی کیفیت کی صحت معلوم ہوگئی ہوگی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کا واقعہ حضرت موسیٰؑ کی وفات سے سات مہینے پہلے پیش آیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی عمر اس وقت ایک سو تیئس برس کی تھی ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات کے تین برس بعد انتقال کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام تیہ بنی اسرائیل سے نکل کر شام میں آئے جہاں انہیں متعدد

Marfat.com

لڑائیاں پیش آئیں۔ متعدد مہمات بھیجنی پڑیں جو براہِ خشکی بھیجی جاتی تھیں۔ یہ مہمیں اقوام (۱) عمالقہ (۲) عریانیین (۳) اہل مدین وغیرہم کے خلاف بھیجی گئیں۔ اوران کے علاوہ اور بھی قومیں تھیں جن کا تذکرہ تورات میں موجود ہے اور جن سے بنی اسرائیل کو لڑنا پڑا تھا۔

تورات:

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اس زمانہ میں دس صحیفے نازل کئے اس سے پہلے نوے صحیفے نازل ہو چکے تھے یہ سب ملا کر سو صحیفے ہوئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات نازل کی جو عربی زبان میں تھی۔ اس میں امر و نہی و حلال و حرام و سُنن و احکام وغیرہ تھے کتاب پانچ حصوں میں تھی (یا بہ اصلاح یہود اس کے پانچ اسفار تھے) لفظ ''سفر'' سے صحیفہ مراد لیا کرتے تھے (یعنی تورات کے پانچ صحیفے تھے)۔

علمائے یہود لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تابوت سکینہ کو یعنی اس صندوق کو جس میں احکام الٰہی کی لوحیں تھیں اور دوسرے تبرکات طاہرہ بھی تھے سونے سے ڈھلوایا تھا جتنا سونا اس پر لگا تھا اس کی مقدار چھ لاکھ سات سو پچاس مثقال زر تھی۔

حضرت یوشع علیہ السلام:

حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد حضرت یوشعؑ بن نون کاہن مقرر ہوئے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سلسلۂ اسباط میں سے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح جب خدائے عزوجل نے قبض کی تو اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ پیری و شیخوخت کے آثار نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نمایاں تھے نہ حضرت ہارون علیہ السلام میں شباب کی کسی کیفیت میں تغیرّ نہیں آیا تھا۔

فوجی پیش رفت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام کی وفات ہونے پر حضرت یوشع علیہ السلام بنی اسرائیل کو لئے ہوئے شام کے شہروں میں چلے جن پر بڑے جبار بادشاہان عمالقہ وغیرہم کہ ملک شام کے فرمانروا تھے متغلب و متصرف تھے حضرت یوشع علیہ السلام نے ان کے خلاف مہمات بھیجیں۔ اوران کے ساتھ بہت سے واقعات پیش آئے۔ آخر بنی اسرائیل نے علاقہ اریحاء کو مسخر و مفتوح کرلیا۔ جو ارض غور کا علاقہ ہے اور یہ علاقہ بحیرہ منتنہ کی زمین پر واقع ہے ارض غور مضافات دریا کی نشیبی زمین کو کہتے

ہیں اور بحیرہ منتنہ کے معنی ہیں وہ بحیرہ جس سے عفونت و بدبو آتی ہو۔

بحیرہ مُنتنہ:

یہ وہی بحیرہ ہے جس میں غرق ہونے والوں کی لاشیں نہیں ڈوبتیں اور نہ مچھلی وغیرہ کے اقسام میں سے کوئی ذی روح حیوان اس میں پیدا ہوتا ہے۔اس کا تذکرہ صاحب المنطق وغیرہ فلاسفہ نے بھی کیا ہے اور جو علمائے فلاسفہ اس کے زمانہ کے قبل یا بعد گزرے ہیں وہ بھی اس کا ذکر کرتے رہے ہیں۔

بحیرہ طبریہ:

بحیرہ طبریہ بھی منتنہ ہی میں منتہی ہوتا ہے (یعنی اوّل الذکر کا پانی آخر الذکر میں گرتا ہے۔اور اسی میں یہ بحیرہ شامل ہو جاتا ہے۔اردن بھی اسی بحیرہ طبریہ کو کہتے ہیں (لیکن یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ اردن کی ایک جداگانہ ہستی بھی ہے)۔

بحیرہ طبریہ کے پانی کا مبدٔ بحیرہ کفولی و بحیرہ فرعون ہے جو دمشق کے علاقہ میں واقع ہے۔

نہر اردن:

نہر اردن کا پانی جب بحیرہ منتنہ میں گزرتا ہے تو اسے چیرتا ہوا گزر جاتا ہے۔اور اس کے وسط تک پہنچ کے بحیرہ منتنہ کے پانی سے الگ ہو جاتا ہے۔اور پھر اسی میں رل مل جاتا ہے۔یہ ایک نہر عظیم ہے باایں ہمہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کا پانی بحیرہ منتنہ میں کس جگہ جا کر مل جل گیا ہے اس جگہ کی تعیین نہیں ہو سکتی۔پھر لطف یہ ہے کہ اتنی بڑی نہر کا پانی شامل ہو جانے پر بھی بحیرہ منتنہ کا پانی نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

بحیرہ منتنہ کے بعض خصائص:

بحیرہ منتنہ سے بڑے بڑے عجیب عجیب واقعات و حالات تعلق رکھتے ہیں۔اس بحیرہ کا ایک طویل قصہ بھی ہے ہم نے یہ تمام باتیں اپنی تاریخی تصنیف کتاب ''اخبار الزمان عن الامم الماضیۃ والملوک الداثرہ'' میں درج کی ہیں۔اس نام کے لفظی معنی یہ ہیں کہ وہ کتاب جس میں زمانہ بھر کے متعلق حالات و معلومات واطلاعات جمع ہیں جن کو گزشتہ اقوام اور سابق کے سلاطین کے ساتھ کسی قسم کا علاقہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

حجر الیہود:

ہم نے اخبر الزمان میں ان پتھروں کے حالات بھی درج کیے ہیں جو بحیرہ منتنہ سے نکلتے ہیں۔ ان میں ایک قسم کا وہ پتھر جو خربزہ کی شکل کا ہوتا ہے۔ یہ دو طرح کا پتھر ہوتا ہے۔ ایک کو حجر الیہود کہتے ہیں اس کا تذکرہ فلاسفہ نے بھی کیا ہے اور طب میں بھی اس کا استعمال ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جنہیں زیگ مثانہ کا درد لاحق ہو۔ یہ دونوع کے پتھر ہیں نر و مادہ نر تو مردوں کے لئے ہے اور مادہ عورتوں کے لئے۔

بحیرہ کنودان:

خدا خوب جانتا ہے۔ مگر جہاں تک میں جانتا ہوں دنیا میں کوئی ایسا بحیرہ نہیں جس میں مچھلی وغیرہ کوئی ذی روح آبی جانور پیدا نہ ہوسکتا ہو۔ اگر ہے تو ایک یہی بحیرہ مُنتنہ ہے اور دوسرا ایک اور بحیرہ ہے جس میں خود میں نے علاقہ آذربائیجان میں سفر کیا ہے اور یہ سفر شہر ارمینیہ سے مقام منارہ تک طویل رہا ہے اس کو بحیرہ کنودان کہتے ہیں۔ اور وہاں یہ اسی نام سے مشہور ہے۔

قدمائے اہل علم بحیرہ منتنہ میں دریائی جانوروں کے پیدا نہ ہو سکنے کی وجہ تو بیان کی ہے مگر بحیرہ کنودان سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ ان لوگوں کا قول اگر صحیح ہے تو اسی پر قیاس کر کے کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں دریاؤں کا سرچشمہ ایک ہوگا۔

فتوحات:

پادشاہ شام کو سمیدع بن ہوبر بن مالک تھا۔ حضرت یوشعؑ کے مقابلہ کو چلا۔ ان کے آپس میں لڑائیاں ہوتی رہیں تا آنکہ حضرت یوشعؑ سمیدع کو قتل کر ڈالا۔ اور اس کے سارے ملک پر حاوی و قابض ہو گئے اور اس کے اور بھی بہت سے جبار تھے سرداران عمالقہ تھے کہ حضرت یوشعؑ کی فتوحات سے ان سب کا بھی وہی حشر ہوا جو سمیدع کا ہوا تھا۔ یوشع علیہ السلام نے ارض شام میں حملے بھی کئے۔ جنگ بھی کرتے رہے شب خون بھی مارے اور آخر عہد تک اس سلسلہ کو جاری رکھا۔

یوشع علیہ السلام کی وفات:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انتیس برس تک حضرت یوشع علیہ السلام کا زمانہ رہا۔ اور پھر انتقال کر گئے۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

Marfat.com

یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام۔

جنگِ عمالقہ:

ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ بادشاہ عمالقہ سے کہ سمیدع تھا۔ یوشع بن نون کی ابتدائی جنگ کا واقع مقام ایلہ میں پیش آیا۔ جو شہر مدین کے متصل ہے (بہر حال یہ روایت خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس جنگ کا میدان خواہ کوئی بھی رہا ہو۔ اس میں تو کلام نہیں کہ) عوف بن سعید جرہمی نے اس واقعہ کے متعلق کہا تھا۔

الم تران العلقمی بن ہویز۔ (اے ہمنشین کیا تو نے یہ نہیں دیکھا اور تیری نظر سے یہ واقعہ نہیں گزرا کہ علقمی بن ہویز کا)۔

با یلة امسیٰ لحمه قد تمزعا۔ (ایلہ میں خاتمہ ہو گیا اور خاتمہ اس بُری طرح ہوا کہ اس کا گوشت تک پارہ پارہ ہو گیا)۔

تداعت الیہ من یہود حجافلُ۔ (قوم یہود کے بہت سے سربرآوردہ سرخیل و سردار اس پر پل پڑے۔ اس کے درپے ہو گئے۔ اس سے لڑنے لگے)۔

ثلا صون الفاً حاصرین ودرعا۔ (ان یہودی حملہ آوروں کی تعداد تیس ہزار تھی جن میں بہتیرے برہنہ سر تھے اور بہت سے زرہ پوش اور مسلح تھے)۔

فامست عداداً للعمالیق بعده۔ (اس شدید حملہ اور عظیم حربہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ عمالقہ کی تعداد نے علقمی بن ہویز کے بعد اس حالت میں شام کی۔)۔

علی الارض مشیاً مصعدین وفزیاً۔ (کہ زمین پر چلتے تو تھے مگر ڈرے جاتے تھے۔ ایک کے اوپر ایک چڑھے جاتے پہاڑوں پر پناہ لے رہے تھے اور خوف سے تھراتے تھے)۔

کان لم یکونوابین الجبال مکتہ۔ (حالت ایسی تھی کہ گویا کوہستان مکہ کے درمیان عمالقہ کا وجود ہی نہ تھا۔ اور یہ لوگ پیدا ہی نہ ہوئے تھے)۔

ولم یدراءِ قبل ذاک السمیدعا۔ (اور کسی دیکھنے والے نے اس حالت سے پیشتر سمیدع کو دیکھا ہی نہ تھا یعنی اس کی ابتدا و انتہا یہی تھی کہ قتل ہو کر دنیا سے معدوم ہو گیا)۔

Marfat.com

بلعم باعوراء:

ارض بلقاء جو بلاد شام میں واقع ہے یہاں کے ایک گاؤں میں ایک شخص رہتا تھا جسے بلعم باعوراء کہتے تھے۔ اس کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

بلعم بن باعوراء بن ستور بن وسیم بن ناب بن لوط بن ہاران۔

بلعم مستجاب الدعوات تھا۔ اور خدا اس کی دعائیں قبول کرلیا کرتا تھا۔ قوم نے اس کو اُبھارا۔ آمادہ کیا۔ برانگیختگی پیدا کرنی چاہی۔ کہ حضرت یوشع علیہ السلام کے حق میں وہ بد دعا کرے وہ یہ تو نہ کرسکا البتہ عمالقہ کے بعض پادشاہوں کو اشارہ کیا کردیا کہ حضرت یوشعؑ کی فوج کے سامنے حسین حسین عورتیں لائیں عمالقہ اس تدبیر پر کاربند ہوئے اور بنی اسرائیل فی الفور عورتوں کے پیچھے پڑ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ افواج بنی اسرائیل میں طاعون پھیل گیا اور ستر ہزار یہودی اس بیماری سے ہلاک ہوگئے۔

ایک ضعیف روایت وفات یوشعؑ کے متعلق یہ بھی ہے کہ خدائے عزوجل نے جب ان کی روح قبض کی ہے تو اس وقت وہ ایک سو برس کے تھے۔

حضرت یوشع علیہ السلام کے بعد کالب بن یوفنا بن بارض بن یہودا بنی اسرائیل کے سرگروہ ہوئے یوشع و کالب وہی دونوں بزرگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا اور نعمت الٰہی ان کو عطا ہوئی تھی۔

سرداران بنی اسرائیل:

علامہ مسعودی فرماتے ہیں۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے خلیفہ تو حضرت یوشع علیہ السلام ہوئے ہی تھے۔ مگر یوشعؑ کی وفات پر ''دشان الکعری'' سرگردہ بنی اسرائیل قرار پائے۔ جو اسی ۸۰ برس تک ان میں رہے۔

دشان کے بعد عمایل بن قائم صاحب اختیار ہوئے۔ جو سبط یہودا میں سے تھے چالیس برس تک ان کا زمانہ رہا۔

ایک ضعیف روایت یہ بھی ہے کہ علاقہ بلقاء کے مقام آب کا بہت بڑا جبار جس کا نام کوش تھا۔ دشان کے بعد وہ خلیفہ بنی اسرائیل بن بیٹھا۔ اس واقعہ کے بعد بنی اسرائیل نے کفر کا شیوہ اختیار کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کنعان کو حاکم بنایا۔ جو دس برس تک حکومت کرتا رہا کنعان کے

Marfat.com

خاتمہ پر علان اخباری نے چالیس برس فرمانروائی کی اور پھر سمویہ کو سرداری ملی تا آنکہ طالوت نے زمام اختیار ہاتھ میں لی اور بنی اسرائیل پر جالوت جبار نے خروج کیا۔ جو علاقہ فلسطین کے بربروں کا بادشاہ تھا۔

پہلی روایت مقدمۃ الذکر کے مطابق بنی اسرائیل و مدبر حکومت فخاص العاذر بن عمران علیہ السلام تھے۔ جو تیس برس تک خلیفہ رہے۔

صحف موسوی کی حفاظت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے۔ فخاص نے اپنے عہدِ حکومت میں انہیں تانبے کے ایک صندوقچہ میں بند کر کے اس کے ڈھکنے کو پگھلے ہوئے رنگ سے جوڑ دیا۔ اور صندوقچہ کو بیت المقدس کی صخرۂ صماء کے پاس لائے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب بیت المقدس کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔

پتھر (صخرہ) پھٹ گیا۔ اور ایک غار نظر آیا جس میں ایک دوسرا پتھر بھی تھا۔ فخاص نے صندوقچہ کو اسی میں رکھ دیا (صحیفوں کا اس طرح رکھا جانا ہی تھا) کہ پتھر پھر جڑ گیا۔ اور جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا۔ (یہ روایت بھی حسب معمول یہودیوں کی ہے)۔

والیان یہود:

فخاص بن العاذر کی وفات پر کوشان بن لاسم فرماں روا ہوا جو الجزیرہ کا بادشاہ تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو غلام بنالیا۔ اور آٹھ برس تک یہ قوم ابتلا میں گھری رہی۔

کوشان کے بعد عثنیئال بن قناز کو تولیت ملی جو سبط یہودا میں سے تھا اور کالاب کا بھائی تھا یہ تولیت وحکومت چالیس برس تک قائم رہی۔

والیان مابعد کی فہرست ملاحظہ ہو۔

عقلون پادشاہاب۔ یہ سخت کوشش کے بعد فرمانروا ہوا اور اٹھارہ برس تک حکومت کی۔

اہوذ۔ از نسل افرانیم عہد حکومت 25 سال تھا اہوذ کی عمر جب 35 برس کی ہوئی تو اس زمانہ میں دنیا جہان کی آبادی کو چار ہزار برس گزر چکے تھے۔ اس تاریخی مدت کے متعلق بعض روایات ضعیفہ اور بھی ہیں۔

ساعان بن اہوذ۔ حکومت 25 برس۔

Marfat.com

یابین کنعانی بادشاہ شام۔ حکومت 20 برس۔

دبورا۔ یہ ایک عورت تھی اور ایک ضعیف روایت ہے کہ اس فرماں رواعورت کی لڑکی کا نام دبورا تھا۔ اس نے سبط نفتالی کے ایک شخص کو جس کا نام بازاق تھا فرماں روائی میں شامل کرلیا حکومت چالیس سال۔

جو سائے پنج گانہ بنی اسرائیل۔ حریب۔ ربیب۔ برسونا۔ رع۔ صلناع حکومت نو برس تین مہینے۔

کذعون از آل ممیشا۔ حکومت چالیس برس۔ ضعیف روایتوں میں بیشا کی جگہ ملوک دین کا نام بھی آیا ہے۔

ایمالخ بن بیشا۔ حکومت تین برس تین مہینے۔

تولع از آل فرائن حکومت ۲۳ برس۔

سابہ از آل بیشا۔ حکومت ۲۲ برس۔

ملوک مان۔ حکومت ۱۸ برس ۳ مہینے۔

بحشون از بیت لحم۔ حکومت سات برس۔

بادشاہان فلسطین جو بنی اسرائیل پر غالب آئے تھے۔ حکومت چالیس برس۔

علی کاہن۔ حکومت چالیس برس۔

حملۂ بابل:

عالی کاہن ہی کے عہدِ حکومت میں بنی اسرائیل پر اہلِ بابل ظفریاب ہوئے۔ اور تابوت سکینہ کو ان سے چھین کر مالِ غنیمت میں بابل اُٹھالے گئے یہ وُہی (مقدس) تابوت تھا جس کی برکت سے بنی اسرائیل فتح وظفر کے طلبگار ہوتے تھے اور جس میں پیغمبروں کے تبرکات تھے (مثلاً الواحِ مُوسےٰ کے ٹکڑے وغیرہ) افواج بابل نے اس حملہ میں بنی اسرائیل کو ان کے گھربار اور علاقوں سے نکال دیا بے دخل کردیا اوران کی اولاد بھی خارج الدیار کردی گئی۔

قوم حزقیل:

جب اہلِ بابل نے حملہ کیا۔ تو قوم حزقیل قتال سے جان بچا کر بھاگ گئی تھی حزقیل یہودیوں کے متقدائے روحانی یا پیغمبر تھے۔ اوران کی قوم بھی من جملۂ قوم یہود ہی تھے یہ لوگ

Marfat.com

ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے خوف سے گھر بار چھوڑ کے بھاگ گئے تھے اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ان کو مردہ کر دیا پھر انہیں زندگی عطا کی طاعون لاحق ہوا۔ اور اس شدت سے لاحق ہوا کہ ان میں سے فقط تین اسباط باقی رہ گئے ایک فرقہ ریگستان میں چلا گیا۔ ایک فرقہ نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پناہ لی۔ اور ایک فرقہ سمندر کے ایک جزیرہ میں پناہ گیر ہوا۔ ان کا واقعہ بہت دراز ہے تا آں کہ یہ لوگ اپنے ملک میں واپس آئے اور حضرت حزقیل سے پوچھا کہ ''آپ نے کیا ایسی کوئی دوسری قوم بھی دیکھی ہے جس پر ہم جیسی مصیبت نازل ہوئی ہو؟ حزقیل نے جواب دیا ''نہیں میں نے کوئی دوسری قوم ایسی نہیں دیکھی اور نہ ایسے لوگ ہی دیکھے سُنے جو تمہاری طرح خدا سے بھاگے ہوں۔'' آخر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سات دن کا طاعون نازل کیا اور یہ سب لوگ ہلاک وتباہ و برباد ہو گئے۔

عرضِ مرتب

مروج الذہب کا سلسلہ اگر چہ اپنی طوالت کے اعتبار سے اس قسم کے سینکڑوں صفحات پر حاوی ہو سکتا ہے لیکن قدرت کی ان ابوجھی مصلحتیں بعض اوقات انسانی جوشِ عمل کو ایک معینہ راہ پر گامزن نہیں رہنے دیتیں۔ یہی حادثہ اس مرحلہ پر بھی رونما ہوا مولینا ظفر علی خاں بعض غیر اختیاری مصروفیات میں اس درجہ منہمک ہونے پر مجبور کیے گئے کہ یہ سلسلہ یہیں ختم کرنا پڑا۔ لیکن اس کتاب میں مروج الذہب کے علاوہ جو مضامین ہیں وہ اس کمی کو پورا کر سکیں گے۔ (مرتب)

Marfat.com

غُلامانِ اِسلام

ملک عنبر حبشی وزیرِ دکن

(۱)

اسلام کا اپنے غلاموں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟ اہل نظر نے اس باب میں بڑی دیدہ ریزی کی ہے۔لیکن تنقیح مباحث کے بہترین ذرائع اگر واقعات ہیں۔تو ہم اس ذیل میں ملک عنبر حبشی کے واقعات زندگی پیش کرتے ہیں۔جو ایک ادنیٰ درجہ کا غلام تھا۔مگر اسلام نے اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جس کی حضرت امیر خسرو دہلوی پہلے ہی پیشین گوئی کر چکے تھے کہ

داغ غلامیت کرد پایہ خسر و بلند
میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

خود ملک عنبر کو بھی اپنے زمانۂ عروج میں غلاموں کی خریداری سے کچھ کم شغف نہ تھا جن کے ساتھ اس کے برتاؤ کی شرح بھی سن لیجئے۔مؤرخین عرب لکھتے ہیں۔

اکثر من شراء الحبوش و کانت التجار تجلیھم الیه ویتغالون فی اثما نھم الیٰ ان اکثر وجداً یقال ان جملة ما اشتراہ من الذکور نحو الفی حبشی۔

ملک عنبر نے بکثرت حبشی غلام خریدے بردہ فروش سوداگر،ان غلاموں کو اس کے پاس لاتے تھے اور بڑی قیمتیں لیتے تھے۔حتیٰ کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی کہا جاتا ہے کہ دو ہزار حبشی غلام اس نے خریدے تھے۔لونڈیاں ان کے علاوہ تھیں۔

وکان الجلب اوّل مایشتریه یسلمه الیٰ من یعلمه القرآن والخط ثمه الی من یعلمه الفروسیة واللعب بالسیف والعودو السنھام الیٰ ان یتفرس فی انواع الحرب والحیل والخداع ثم یترقی وترقون فی المراتب و فی المناصب کل به واستحقاقه ومرتبة۔

غلام جب آتے تو خریدنے کے بعد پہلے انہیں تعلیم دینے والوں کے سپرد کیا جاتا۔ تاکہ قرآن کریم اور کتابت کی تعلیم دیں جب اس تعلیم سے فارغ ہو جاتے تو فن حرب کی تعلیم دلائی جاتی کہ شمشیر بازی، تیراندازی میں کمال حاصل کریں۔ انواع علم حرب و تدابیر جنگ میں مہارت ہو جانے پر ان کو ترقی دی جاتی۔ ہر ایک کا مرتبہ و منصب ترقی مختلف ہوتا جو جس قدر کوشش کرتا اور جیسی ترقی کا مستحق ہوتا ویسا ہی رتبہ اسے ملتا۔

وكان لهم اعتنا باقامة الجماعة وامور الدين وكان لِكل امير منهم فقيهٌ يتعلم منه الفقة وامرالدين وامام يصلى به مؤ ذنُ وجماعة ارسون القرآن وجماعةُ يذكوون الله تعالىٰ ليلة الجمعة والا ثنين ولكِل امير سماطُ هملوءُ بانواع الا طعمة الفاخرة.

یہ حبشی غلام رفتہ رفتہ افسر ہو جاتے و جماعت قائم کرنے اور مذہبی امور سے دلچسپی رکھنے میں ان کو خاص انہماک تھا۔ ہر ایک افسر کے ہمرکاب ایک عالم (فقیہ) رہتا جو اسے فقہ و دینیات کی تعلیم دیا کرتا۔ ایک امام ہوتا جس کے پیچھے وہ نماز پڑھتا ایک مؤذن ہوتا جو اذان دیا کرتا۔ ایک جماعت ہوتی جو قرآن کریم کا باہم درس دیا کرتی۔ اور دوسری جماعت بھی ہوتی جو شب جمعہ و شب دوشنبہ کو احیائے لیل کرتی اور رات بھر عبادت کیا کرتی۔ ہر افسر کا دسترخوان عام ہوتا جس پر طرح طرح کے اعلیٰ اعلیٰ الوان طعام ہوتے۔

وبالجملة فانهم وان كانوعبيد حبشة فلم تكن العرب تفوقهم الا بالنسب.

غرض کہ یہ غلام اگرچہ حبشی غلام تھے مگر عرب کو ان پر فوقیت تھی تو صرف شرافت نسبی کی فوقیت تھی۔

شرافت نسبی کی جس فوقیت و فضیلت کو اہلِ عرب کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ اسلام اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ مدار شرافت تقویٰ ہے تفاخر خاندانی نہیں ہے پُرسند کہ عملت چیست و نپرُسند کہ پدرت کیست۔

کارندیں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

(۲)

فارسی و انگریزی و عربی تاریخیں ملک عنبر کے نہایت سرسری و قطعی حالات پر قانع

Marfat.com

ہیں۔ملک عنبر کا عہد اگر چہ تمدن عرب کا عہد زوال تھا۔مگر مؤرخین عرب کے خصائص تاریخی اس وقت بھی معدوم نہ ہوئے تھے علامہ شبلی وعلامہ محبی نے ملک عنبر کے اہم سوانح زندگی بڑی متانت سے قلمبند کر دیئے ہیں اگر یہ کتابیں نہ ہوتیں تو دنیا کو شاید ان حقائق کے بے نقاب ہونے کے لئے ابھی بہت زمانہ تک انتظار کرنا پڑتا۔

اوّل الذکر کا پورا نام محمد بن ابی بکر بن ابی بکر الشبلی الحضرمی ہے۔یہ ارض یمن وعرب کا نہایت نامور مصنف ومورّخ تھا۔شیخ عبدالقادر بن المجید ردس کی مشہور کتاب ''النور السافرنی اعیان القرن الحاشر'' پر اس نے ایک تکملہ لکھا ہے اور ایک خاص کتاب ''اخبار اعیان القران الحادی عشرہ'' تالیف کی ہے جس میں ملک عنبر کے نہایت مفصل حالات درج ہیں یہ دونوں کتابیں قلمی ہیں۔لیکن آخر الذکر (علامہ محمد المحبی) کی تالیف ''خلاصۃ الاثرفی اعیان القران الحادی عشر'' مصر میں چھپ چکی ہے۔جس کی تیسری جلد (صفحہ۲۳۲و۲۳۳) میں ملک عنبر کے واقعات مرقوم ہیں۔مگر یہ بھی بعض بعض فاش اغلاط سے خالی نہیں جن سے ہم کو تعرض نہیں مگر ہم نے ان کی تصحیح میں کوتاہی روا نہیں رکھی ہے۔

مقام غور ہے کہ ہندوستان اپنے ایک رکن رکین کے تذکرے سے تقریباً خاموش محض ہے۔مگر عرب جنہیں اس سے بہت کم تعلق تھا اس کے سوانح لکھتے ہیں اور نہایت مفصل سوانح لکھتے ہیں۔

(۳)

دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں ارض حبشہ (ابی سینیا) کا قبیلہ ''مایہ'' کمال بے مائگی کی وحشیانہ زندگی بسر کرتا ہے۔شہر ''الحرہ'' میں اس قبیلہ کی بود و باش ہے جہاں اس کے ایک فرد کے گھر میں لڑکا پیدا ہوتا ہے جس کا نام ''شنبو'' رکھا جاتا ہے کہ ہمارے ہندوستانی لفظ ''شنبھو'' کا مرادف ہے۔

شنبو کی طفولیت ویسی ہی ہے جیسے تمام وحشی قبائل کے لڑکوں کی ہوتی ہے۔افلاس و ناداری سے تنگ آکر ماں باپ اس کو بیچ ڈالتے ہیں بردہ فروش اس کو مکہ مبارکہ لے جاتے ہیں جہاں کے قاضی القضات (حسین) اس حبشی کو خرید لیتے ہیں۔اپنے لڑکوں کی طرح اس کی تربیت کرتے ہیں تعلیم دیتے ہیں تہذیب سکھاتے ہیں حتیٰ کہ مدنیت عرب وعلوم اسلام اسے اپنا بنا لیتے ہیں۔اور اب

وہ ایک ذی علم وشائستہ انسان ہو جاتا ہے۔

قاضی حسین کے انتقال پر تقدیر اس حبشی غلام (شنبھوٗ) کو پھر نخاس (بازار بردہ فروشی) میں لاتی ہے اور حالتِ غلامی اس کو عرب سے ہندوستان پہنچاتی ہے۔ سلطنت ہند کا ایک امیر جس کا نام عربی خراد پر چڑھ کر ''النجس خاں'' ہو گیا ہے۔ شنبھو کو خرید لیتا ہے۔ اور جنگ وجدال کی فطری استعداد دیکھ کر اس کو فن حرب وآداب قتال کی تعلیم دلاتا ہے جس میں وہ بہت جلد ترقی کر کے ماہر فن ہو جاتا ہے اور اب اس کی حیثیت ایک ایسے صاحب سیف والعلم کی ہو جاتی ہے جس کی تلوار قلم کا اور قلم تلوار کا کام دیتا ہے۔ ہندوستان کی قدر دانی سرگین حبش کو ''عنبر'' بنا دیتی ہے اور اس وقت سے وہی غلام حبشی (شنبھو) ''ملک عنبر'' کے لقب سے رائحہ شہرت کی مشام آسائی کرتا ہے۔

(۴)

دکن کی سلطنت بہمنیہ مٹ چکی ہے۔ اور پانچ مختلف حکومتیں اس کی جانشین ہوئی ہیں۔ جن میں ایک عادل شاہیوں اور ایک نظام شاہیوں کی حکومت ہے۔ عادل شاہیوں کا مرکز بیجا پور ہے۔ اور اس کا مورث ایک عثمانی ترک (یوسف آفندی) ہے جو سلطان مراد خاں عثمانی کا سب سے چھوٹا شاہزادہ ہے۔

جب باپ کا انتقال ہوتا ہے۔ اور تختِ سلطنت قسطنطنیہ سلطان محمد خان کو ملتا ہے تو اس کا چھوٹا بھائی یوسف آفندی جلاوطن ہو کر ہندوستان پہنچتا ہے جہاں بہمنیوں کے سلکِ سلطنت میں منسلک ہو جاتا ہے۔ اور ''عادل خاں'' کا خطاب پاتا ہے بیجا پور کی گورنری عطا ہوتی ہے جو زوال سلطنت کے دنوں میں عادل خاں کی کوشش سے ایک آزاد خود مختار حکومت کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

ابراہیم عادل شاہ ثانی اس حکومت کا فرماں روا ہے۔ جو ۸۸۱ھ میں تخت نشین ہوا ہے جس کا دربار ملک عنبر کو بھی جذب کر لیتا ہے اور حکومت کا ممتاز عہدہ اس کو عنایت ہوتا ہے۔

ملک عنبر کے مزاج میں عربیت غالب ہے۔ ناموران عرب کی ایک بڑی جماعت اس کی حاشیہ نشین ہے جس کے ہر فرد کے لئے وظائف ومناصب مقرر ہیں۔ جو عرب ہندوستان آتا ہے ملک عنبر اس کی شاہ نوازی کرتا ہے۔ اور اسی مشعل افروز رائحہ روح پرور کے لمعات کرم اس کی تواضع کرتے ہیں۔

Marfat.com

دربار عادل شاہی کے بعض منصب پر وہ فائز ہے میزان مخارج میں اس کے مذاق کا پلہ ہمیشہ بھاری رہتا ہے۔ ملک عنبر اضافۂ منصب کی درخواست کرتا ہے جو مقبول نہیں ہوتی ہے۔ ناچار ۱۰۰۶ھ میں ترک منصب کر کے بیجاپور سے چل دیتا ہے کہ :

ہمائے گو مفگن سایہ شرف زنہار
وراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

(۵)

غربت کا عالم ہے۔ بے نوائی دامنگیر ہے وہی سر جس کے ردائے عشرت زیب آغوش تھی۔ اس وقت اس کے لئے گلیم عسرت بار دوش بنا ہوا ہے لیکن اس حال میں بھی ملک عنبر کی جمعیت باطن کی طرح جمعیت ظاہر میں بھی کوئی خلل نہیں پڑتا۔ تمام عرب اس کے ساتھ ہیں کہ مسلم کامل وہی ہے جو خدا کے فضل سے اپنی قابلیت پر ہر حال میں واثق ہو۔ اور بجائے اس کے کہ انقلاب ایام سے مجبور ہو کر زمانہ کا ساتھ دے خود زمانے کو اپنا ساتھ دینے پر مجبور کرے۔ ملک عنبر کی ساری زندگی اسی فلسفۂ حسیات کی تفسیر ہے۔

انبوہ عرب جو ملک عنبر سے فیضیاب تھا اس ساز و برگ کی حالت میں بھی اس کے ساتھ مرگ انبوہ کا جشن منا رہا ہے۔ اور کسی کی اخلاص مندی اس کی رفاقت طلب کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی ہے ایک روز اسی بے زری میں ''کار بہ جان و کارد باستخوان'' تک کی نوبت آجاتی ہے اتفاق سے ایک قدیم دفینہ ہاتھ آتا ہے ملک عنبر خدا کا شکر بجالاتا ہے اور اس خداداد خزانہ کو افزائش خیل وحشم میں صرف کرتا ہے رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج مرتب کر لیتا ہے اور ملک گیری شروع کر دیتا ہے۔

اُن دنوں عرصۂ دکن آشوب گاہ فتن ہو رہا تھا۔ ایک طرف تو سلطنت مغلیۂ دہلی اس ملک کے مسخر کرنے کی فکر میں تھی اور دوسری جانب ملوکِ دکن کی باہم آویزی خود ان کو تباہ کر رہی تھی۔ ملک عنبر نے موقع مغتنم سمجھ کر بہت سے علاقے فتح کر لئے جو باہم خانہ جنگیوں سے پامال ہو رہے تھے اور جس کی رعایا کو ایک دن کے لئے بھی عافیت نصیب نہ تھی ملک گیری کے ساتھ ملک داری بھی بڑی چیز ہے اور یہ دونوں اوصاف ملک عنبر میں یکساں موجود تھے۔ اس نے ان اضلاع مفتوحہ میں جو جو انتظامات کئے حسب روایت محی وہ حسب ذیل تھے۔

(۱) شکستہ دل رعایا کو ہر طرح سے خوش کر کے اپنا دوست بنا لیا۔

Marfat.com

(۲) توسیع عدل وانصاف میں ذرّہ برابر کوتاہی روا نہ رکھی۔

(۳) زیردستوں کے ساتھ احسان کرنا اس کی حکومت کا خاص شعار تھا۔

(۴) اس کی حکومت میں انتظامی وعدلی اختیارات علیحدہ علیحدہ افسروں کے سپرد ہوتے تھے۔حاکم شہر کے ہاتھ میں انتظام تھا۔جس کو محکمہ عدالت سے کچھ تعلق نہ تھا۔اوراس صیغہ پر وہ کوئی اثر نہیں رکھتا تھا۔محکمہ عدالت کی ذمہ داری قاضی سے متعلق ہوتی تھی جسے انتظامی معاملات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔یہ دونوں محکمے ہر مقام پر قائم تھے اور جدا جدا اپنے فرائض انجام دیتے تھے۔

(۶)

سلطان احمد شاہ بہمنی کے عہد میں ایک ہندو لڑکا (متما بھت) بھی اسیرانِ جنگ بیجانگر کے زمرہ میں نظر بند تھا۔بادشاہ نے اس کو آزاد کردیا۔اور وہ مسلمان ہوگیا یہ لڑکا تعلیم سے بہرہ مند تھا فارسی تعلیم پادشاہ کے حکم سے اس کو شاہزادہ ولی عہد کے ساتھ دی گئی تعلیم کے مکمل ہوجانے پر عہدۂ خوش بیگی عطا ہوا جوتر کی اصطلاح میں شکاری جانوروں کی داروغگی کے مرادف تھا بعد میں ترقی کرتے کرتے سلطنت کا ایک رکن رکین بن گیا حتیٰ کہ زوالِ سلطنت کے زمانہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کرلی جس کا مستقر دولت آباد واحمد نگر تھا۔

ابراہیم نظام شاہ کے بعد نظام شاہیوں کی حکومت اس قدر متزلزل ہوگئی تھی کہ اس کے انتقال پر شاہی خانوادے میں سے کسی کو تاج وتخت نصیب نہ ہوسکا۔امرائے دولت کی سازش سے ۱۰۰۳ھ میں ایک بیگانہ شخص بادشاہ بنایا گیا اسی زمانہ میں عساکر مغلیہ کے متواتر حملوں نے اس آزاد مملکت کی بیخ کنی کا پورا سامان کرلیا تھا۔مگر شاہزادی (چاند سلطانہ) کی سیاست اس وقت کام آئی جس نے ملک کو بھی تباہی سے بچالیا اور اصلی وارثِ حکومت (بہادر نظام شاہ) کو زمام فرماں روائی بھی واپس دلادی۔

۱۰۰۸ھ میں بہادر نظام شاہ کی خودمختاری سلب ہوگئی۔امرائے نظام شاہ کی بے تدبیری نے شاہزادی چاند سُلطانہ کی اطاعت نہ کی اور سلطنت کھودی۔شہزادی شہید کر ڈالی گئیں۔اور افواج اکبر شاہی نے شیخ ابوالفضل کی سرلشکری میں دارالملک پر حملہ کر کے بہادر نظام شاہ کو قید کرلیا۔جسے شہنشاہ اکبر کے حکم سے قلعہ گوالیار میں جگہ دی گئی۔

Marfat.com

اس نازک وقت میں مرتضےٰ نظام شاہ تخت نشین ہوا۔ جسے از سرِ نو بنیانِ سلطنت استوار کرنے کے لئے ملک عنبر سے مدد لینے کی ضرورت پڑی یہی زمانہ ہے جس میں ملک عنبر کے جوہر قابلیت کا سارے ہندوستان کو اعتراف کرنا پڑا۔ اور ہندوستان ہی نہیں عرب وعجم میں بھی اس کے حسنِ سیاست کی دھوم مچ گئی۔

(۷)

ملک عنبر کو حکومت نظام شاہیہ کے لئے متعدد کام کرنے تھے۔ اور مختلف مہمات امور انجام دینے تھے۔ جن میں سے ہر ایک کی اہمیت فائق الوصف تھی۔

(۱) حکومت کی گئی ہوئی آزادی بقدر امکان واپس لانی تھی۔

(۲) ارکانِ حکومت جتنے بھی تھے "اناولاغیری" کے مدعی تھے ان میں کوئی کسی کی بات نہیں مانتا تھا۔ اور نہ خود فرماں روائی کی اطاعت کرتا تھا۔ ان سب کو ایک ضابطہ کے اندر لانا تھا۔ اور ایک نظام کے ماتحت بنانا تھا۔

(۳) اندرونی خانہ جنگیوں کا سلسلہ کوتاہ کرنا تھا۔

(۴) مغلوں کے بیرونی حملوں کی روک تھام کرنی تھی۔

(۵) منافقوں کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کرنا تھا۔ جو خود سلطنت کا خاتمہ کیے دیتی تھیں۔

(۶) ذاتی حیثیت بھی مضبوط بنانی تھی۔ اور اس درجہ مضبوط بنانی تھی کہ مخالفین کا داؤ نہ چل سکے۔

(۷) انتظامی، عدلی، فوجی، مالی اصلاحیں کرنی تھیں۔ جن کے بغیر امن واطمینان وعافیت رعایا کے لئے کسی طرح ممکن نہ تھی۔

ملک عنبر نے یہ سارے کام کیے۔ اور اگر چہ یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ وہ ان سب میں کامیاب بھی ہوا۔ تاہم جس حد تک کامیابی ہوئی مورخین اسے بھی خوارق عادات میں شمار کرتے ہیں۔ اور اسی بناء پر علامہ شبلی کی رائے ہے کہ ملک عنبر کے سیاسی وعلمی واصلاحی کارناموں کی تفصیل کے لئے ایک مبسوط وضخیم کتاب بھی کافی نہیں۔"

افسوس ہے کہ ضیق جمال نے اس تفصیل کے لئے اجمال کی گنجائش بھی باقی نہیں چھوڑی ہے اس لئے ہم کو اس مضمون میں صرف چند تلمیحات پر کفایت کرنی ہے۔ لیکن یہ بھی وہ باتیں ہیں جن کے تذکرے سے آپ فارسی کی عام تاریخوں کو خاموش پائیں گے فکیف اُردو جس میں کوئی

Marfat.com

جامع تاریخ ہی نہیں ہے ملک عنبر نے اس عہد میں جو جو کام کئے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) حدود تلنگانہ سے مقام بیڑ کے تین میل مسافت تک احمد نگر کے جنوب ۱۲ میل تک دولت آباد سے ساٹھ میل تک کے علاقے محکم کر لئے جن میں حکومت کی آزادی و استقبال کا منازع کوئی نہ تھا۔

(۲) ارکان حکومت پر سیاست صائبہ کا ایسا قانونی دباؤ ڈالا۔ کہ ملک عنبر کے آخر عہد تک کسی کو سرکشی کی جرأت نہ ہو سکی۔

(۳) خانہ جنگیاں قطعاً متاصل ہو گئیں۔

(۴) شہنشاہ اکبر نے میرزا عبدالرحیم خان خاناں کو مہمات دکن پر مامور کیا تھا۔ جس نے ملک عنبر کی تادیب کے لئے ایک مہم بھیجی کہ تلنگانہ کے علاقے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے جائیں۔ سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں ملک عنبر نے اس مہم کو ایسی شکست دی کہ مقبوضات اکبر شاہی بھی اس کے تصرف میں آ گئے۔ اور سلطنت دہلی کے متعدد علاقوں پر حکومت احمد نگر کے تھانے بیٹھ گئے خانِ خانان نے دوبارہ فوج بھیجی جس کا سرلشکر اس کا بڑا بیٹا ایرج میرزا تھا۔ ناندیر کے قریب مقابلہ ہوا اور بڑی سخت لڑائی ہوئی فرشتہ لکھتا ہے۔

''یکے۔ یعنی سپاہ خان خانان جہت بلند نامی و دیگرے یعنی ملک عنبر برائے حفظ ملک ازروئے قہر و غضب بتعبیۂ سپاہ متوجہ گردیدند و درخایت شدت و خصومت بریک دیگر حملہ آوردہ شرط مردمی و مردانگی بجائے آوردند با گرز و نیزہ و شمشیر و تیر سر روئے ہمدیگر شکستہ جداول خون رواں ساختند۔''

اتفاق سے عین معرکہ میں ملک عنبر فوج کو لڑا بھی رہا تھا اور لڑ بھی رہا تھا زخمی ہو کر گھوڑے سے گر گیا حبشیوں نے اس کی جان بچانی مقدم سمجھی اور میدان جنگ سے اس کو باہر نکال لے گئے ایسی حالت میں عنبر کو طبعاً شکست ہوئی تھی لیکن اس کا حوصلہ پست نہ ہوا بلکہ شکست نے آرزوئے فتح اور بھی بڑھا دی۔ اور اب اس نے مغلوں سے آخری فیصلے کی ٹھان لی مغل بھی اس کی جرأت و شجاعت کے معترف تھے۔ اور اس کے بے نظیر قابلیت سپہ سالاری و سرفروشی و جانبازی کا انہیں تجربہ بھی ہو چکا تھا مصالحت بہتر سمجھی گئی اور دونوں حریفوں میں صلح ہو گئی۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ۔

''عنبر باز درصدد فراہم آوردن لشکر شدہ جہت محافظت ممالک خود ارتگاپوے باز نیامد خان خانان چوں شجاعت و مردانگی او بخاطر آوردہ بودومی دانست کہ باز درفکر لشکرکشی است

ہر آئینہ در مقام صلح شد۔''

اس مصالحت نے جنگ وجدل کا خاتمہ کردیا۔اور اواخر عہدِ اکبر شاہ بلکہ اوائل سلطنت جہانگیر تک کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔اور مغلوں کی جانب سے ایک مدت کے لئے بالکل اطمینان ہوگیا۔

(۵) منافقوں کا ایک گروہ پہلے تو ملک عنبر کا جاں نثار بنا ہوا تھا مگر مغلوں سے صلح کر لینے کے بعد اس کو ریشہ دوانی کا موقعہ ملا۔اور علانیہ مخالفت شروع ہوگئی اس گروہ میں فرہاد خاں۔ملک صندل۔راؤ پتنگ رائے کولی وغیرہ متعدد امرائے بارگاہ شامل تھے جو سب کے سب موقع پا کر معہ اپنے خیل وحشم کے ملک عنبر سے باغی ہوگئے۔ملک عنبر کے لئے یہ نہایت نازک وقت تھا کہ خود اس کے دست بازو اسے چھوڑ چلے تھے با این ہمہ عزم بلند میں کوئی فرق نہ آیا۔اور قلعہ ''ادسہ'' کی لڑائی میں اس نے سب کو شکست دی پتنگ رائے کولی کہ اس جماعت کا سر خیل تھا زندہ اسیر و دستگیر ہوا۔اور باقی مفرور ہوگئے۔

سازش گروں کے حق میں یہ جنگ قضائے مبرم تھی جس نے شورانگیزیوں کی بیخ کنی کردی۔

(۶) ملک عنبر کو اپنی ذاتی حیثیت مضبوط بنانے کے لئے توسیع سلسلہ فتوحات کی ضرورت تھی۔اواخر ماہ ربیع الآخر ۱۰۱۰ھ ہجری میں اس نے قلعہ پرندہ پر لشکر کشی کی جو تقریباً بیس برس سے منجھن خاں حبشی کے زیر حکومت تھا قلعہ دار نے سفارت بھیجی کہ نظام شاہ تو جب چاہیں قلعہ پر قابض ہوجائیں مگر ملک عنبر تو مغلوں سے تعلق رکھتا ہے۔خان خاناں سے مل چکا ہے وہ کس طرح قابلِ اعتماد ہوسکتا ہے۔''

ملک عنبر نے اس سفارت کے جواب میں جو باتیں کیں وہ خود اس کے لفظوں میں یہ تھیں۔

''چوں من از غدر تپنگ رائے و فرہاد خاں و ملک صندل ایمن نبودم بنا بر صلاح وقت وخان خاناں ملاقات کرد۔وبحسب ظاہر بہ ایشاں گشتم تا از صمیم قلب من جملہ غلامان نظام شاہم و بے خواہم لوازم دولت خواہی بجا آوردہ در حفظ سلطنت ایں دودماں مساعی جمیلہ بتقدیم رسانم۔''

یہ سفارت بے نتیجہ رہی۔حملہ آور فوج نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا فرہاد خاں و ملک صندل بھی

Marfat.com

منجھن خاں سے مل گئے تھے۔ مگر ایک مہینے کی کشش وکوشش کے بعد اپنے آپ کو ملک عنبر کا مرد میدان نہ پاکر قلعہ خالی چھوڑ کر بھاگ گئے اور بیجاپور پہنچ کر عادل شاہیوں کے دربار میں ملازمت کرلی چندروز کے بعد وہ حسنِ تدبیر سے قلعہ پر قابض ہوگیا۔ اردگرد کے علاقے ازخود مطیع ہوگئے جن سب کو نظام شاہ کے حوالہ کرکے ملک عنبر احمد نگر چلا گیا۔

نفاق آرائی کا بازار اس واقعہ کے بعد بالکل ہی سرد ہوگیا۔ اور پھر کوئی منافق باقی نہ رہا۔

(۷) ملک عنبر نے حسب ذیل ملکی اصلاحات وانتظامات کئے۔

(ا) حفظ امن کے لئے ہر جگہ پولیس کے تھانے بٹھائے۔ اور ایک خاص جنگی پولیس قائم کی کہ حدود مملکت محفوظ ومضبوط رہیں۔

(ب) فوجدار مقرر کئے کہ پولیس کی نگرانی رکھیں۔ رعایا پر زور وظلم نہ ہونے دیں۔ افتادہ اراضی آباد کرائیں۔ وسائل آمدنی بڑھائیں ملک کو شورش وتباہی سے بچائیں اور بنیان حکومت کو ہر طرح سے قوی بنائیں۔

(ج) سررشتۂ انتظام اوقاف کی بنیاد ڈالی۔

(د) ایک مستقل وزارت قائم کی جس کے افسر اعلیٰ کا لقب صدر جہاں ہوتا تھا اور جس کا کام یہ تھا کہ مستحقین کے لئے جاگیر وظائف اور معافیوں کا انتظام کرے۔ تعلیم وتربیت کو ترقی دلائے۔ سیرت انسانی کو نظام معاشرت کے دائرہ سے باہر نہ ہونے دے اور شریف گھرانوں کی محافظت کرے کہ ان میں شریفانہ فضائل کی قوی وخاندانی روایتیں بدستور قائم ومسلسل رہیں۔

(ہ) ابتدائی تعلیم کو عام کرنے کے لئے ہر ایک بستی اور آبادی میں مکاتب کھولے۔

(و) تزکیۂ اخلاق کے لئے خانقاہیں بنوائیں۔

(ز) تعلیم وتربیت مفت رکھی۔ جس کے مصارف کی ذمہ دار رعایا نہ تھی بلکہ خود سلطنت تھی۔

(ح) نہریں جاری کرائیں۔ سررشتہ آبپاشی کھولا۔ ملک کا نیا بندوبست کیا۔ خراج سرکاری کی حدبندی کردی۔ کہ دس فیصدی سے بڑھنے نہ پائے غیر ضروری ٹیکس معاف کردیئے۔ حکام کے جو روتشدد سے رعیت کو نجات دلائی۔ پل بنوائے مہماں سرائیں بنوائیں جابجا سڑکیں تیار کرائیں حفظ صحت میں ترقی کی۔ تجارت کو ترقی دینے کے لئے آسانیاں پیدا کیں۔ پیشہ وروں سے محصول معاف کردیئے۔ ڈاک میں اصلاح کی خبر رسانی کے لئے ہرکارے متعین کئے کہ ہر مقام کے حالات سے روزانہ خبر دیتے رہیں اور ان پر نگرانی کرنے والے مامور کئے جن کے باقدہ دباؤ سے

Marfat.com

جھوٹی خبریں نہ دینے پائیں۔
(ط) رعایا کو جنگی تربیت دی۔
(ی) آزادی اقوام کی عزت کی۔

(۹)

ملک راجو دکن کے دربار نظام شاہی کا ایک اعلیٰ رکن تھا۔جس کے قبضہ میں شمالاً دولت آباد سے حدود گجرات تک اور جنوباً احمد نگر سے اٹھارہ میل مسافت تک کے علاقے تھے اور کامل خود مختاری کے ساتھ وہ اِن علاقوں پر حکومت کرتا تھا۔

یہ شخص ملک عنبر کا حریف تھا۔اور ہمیشہ سے زک دینے کے درپے رہا کرتا تھا۔ملک عنبر کے علاقے پر مغلوں کا حملہ بھی اسی کی تحریک سے ہوا تھا۔اور امرائے عنبر کو بغاوت پر بھی اسی نے آمادہ کیا تھا۔

سنہ ۱۰۱۴ ہجری میں ملک راجو نے بذات خاص حملہ کر کے ملک عنبر کے مقبوضات مسخر کر لینے چاہے۔لیکن خان خانان کی کمک سے وہ اس ارادہ میں ناکام رہا۔

اسی سال کے آخری ایام میں ملک عنبر نے دولت آباد پر فوج کشی کی کہ ملک راجو کا استیصال کر دے۔لیکن اس مرتبہ خان خانان کی فوجیں بین العسکرین حائل ہو گئیں اور چھ مہینے تک حائل رہیں کہ ایک کو دوسرے پر حملہ کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

سنہ ۱۰۱۶ ہجری میں ملک عنبر کی آخری چڑھائی نے ملک راجو کا خاتمہ کر دیا۔اور اس کے مقبوضات بھی ملک عنبر کی قلمرو میں شامل ہو گئے۔

ملک عنبر کے استقلال کا یہ عہد شباب تھا سارے دکن میں اس کے جاہ و جلال کا سکہ چلنے لگا۔اور پھر کسی دکنی حکومت کو اس سے منحرف ہونے کی جرأت نہ ہو سکی۔لیکن یہ ایک سب سے بڑا معرکہ پیش آنے والا تھا۔جس کے انفصال پر اس امر کا انفصال بھی ہوتا تھا کہ یا تو ملک عنبر کی حکومت کا نام و نشان بھی نہ رہے گا اور یا اس کی سطوت و حیردت میں ایسی ترقی ہو گی کہ پھر کسی بڑے سے بڑے حریف میں بھی تاب مقاومت باقی نہ رہے گی۔

(۱۰)

ملک عنبر ابتداء میں دربار بیجا پور کا ایک عہدہ دار رہا تھا۔ اور غلامانہ زندگی سے ترقی کرتے کرتے آزادانہ حکومت کی طرح ڈالی تھی فرماں روائے بیجا پور (ابراہیم عادل شاہ) کو اس کی اولوالعزمی گوارانہ تھی۔

بارہا ملک عنبر کو قتل کر ڈالنے کی سازشیں ہوئیں زہر دینے کی سازشیں ہوئیں۔ قید کر لینے کی سازشیں ہوئیں مگر سب میں ناکامی ہی ناکامی پیش آتی رہی آخری وار یہ تھا کہ دربار بیجا پور خود تو ملک عنبر کے استیصال پر قادر نہ تھا شہنشاہ جہانگیر شہریار دہلی سے استدعا کی کہ افواج شاہی اگر اس کی تادیب کے لئے حرکت میں آئیں تو ابراہیم عادل شاہ فی منزل ایک لاکھ ہون کے حساب سے نذرانہ دے گا (ہون سونے کا ایک سکہ تھا جس کے مختلف اوزان تھے سب سے کم وزن کا ہون سات روپے آٹھ آنے کا ہوتا تھا۔ معلوم نہیں یہ ہون کس وزن و قیمت کا تھا)۔

جہانگیر خود بھی تسخیر دکن کی فکر میں تھا۔ اس تحریک کے ہوتے ہی ایک عظیم الشان لشکر بھیج دیا۔ کہ ملک کو مسخر اور عنبر کو مقید کرے دوسری جانب سے ابراہیم عادل شاہ بھی آیا۔ اور ان دونوں افواج نے چاروں طرف ملک عنبر کو محصور کر لیا۔

مقابلہ ہوا اور نہایت شدید مقابلہ ہوا۔ عساکر دہلی و افواج بیجا پور دونوں کو ہزیمت ہوئی۔ اور ملک عنبر نے غنیم کے چالیس سے زیادہ افسران دستی گرفتار کر لئے۔ یہ فتح عظیم سب سے بڑی طراز آرائے اقبال تھی لیکن اب آفتاب اقبال اس حد کمال کو پہنچ چکا تھا جس سے آگے صرف میر انیس کا وہ مشاہدہ زوال باقی رہ گیا تھا کہ۔

عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

(۱۱)

ملک عنبر نے سلطنت ہندوستان کو شکست دی حکومت بیجا پور کو شکست دی لیکن فرشتۂ موت کو وہ شکست نہ دے سکا۔ ۱۰۳۵ھ میں انتقال کر گیا۔ اور بجز نام نیک کے اور کوئی یادگار باقی نہ چھوڑی مادہ تاریخ وفات "جعل الجنتہ مثواہ" ہے دکن میں اس کے مزار کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ اس حریم عافیت میں اگر کوئی مجرم بھی پناہ گیر ہوتا تو جب تک وہاں رہتا قانون اس سے متعرض

نہ ہوسکتا۔

ملک عنبر کا بڑا بیٹا عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا۔ فتح خاں اس کو خطاب ملا اور وزیر اعظم کا منصب عنایت ہوا۔ یہ شخص شجاع بھی تھا۔ بلند ہمت بھی تھا۔ فیاض بھی تھا صاحبِ علم بھی تھا لیکن عاقبت اندیش نہ تھا استبداد پسند تھا۔ عام رائے کی نہ کبھی عزت کی نہ غرور نے اصفائے شوریٰ کی اجازت دی نتیجہ یہ ہوا کہ سارا جاہ وجلال ساری شان وشوکت خاک میں مل گئی مرنے کے بعد کوئی ایسا بھی نہ رہا کہ اس کا نام لے یا اس پر دو آنسو بہائے۔

یہ بھی مرنا عجیب مرنا ہے

مرگئے ساتھ ساتھ جس کے صفات
ایسے جینے پہ مرتے ہیں افسوس
ایسے مرنے پہ جیتے ہیں ہیہات
سچ کہا ہے نبیؐ برحق نے
اکثر واذکر ھا د م اللذات

(۱۲)

اس قدر واقعات بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملک عنبر کے ان مخصوص روشن کارناموں کی تشریح کردی جائے جو صرف مورخینِ عرب نے قلمبند کئے ہیں۔ علامہ محجی فرماتے ہیں۔

(الف) انفقت له وتائع كثيره وفتح قلاعاً ونفذت كلمة واتسمت مملكة واخرب الكنايس وعمرّ شعائد الا سلام.

(الف) ملک عنبر کو بہت سے واقعات پیش آئے اس نے قلعے مسخر کئے نافذ الکلمہ ہوگیا مملکت میں وسعت آگئی۔ صومعے ویران کرڈالے اور شعائرِ اسلام آباد کئے۔

(ب) ازال المظالم وعمرها واخمد الفتنة والبدعة وعمر المساجد والمآ ترو كان مؤ يداً فى زوبه ومغازيه مسدداً فى رايدمسعوناً فى احواله.

(ب) ان اطراف سے مظالم کی بیخ کنی کردی ملک کو آباد کیا شورش وفساد وبدعت کی گرم بازاری سرد ہوگئی۔ مسجدیں آباد کیں فضائل حسنہ رائج کئے لڑائیوں میں کامیاب رہا

صائب الرائے تھااوراس کے حالات زندگی پر سعادت غالب تھی۔

(ج) كان كثيرالا حسان الى الساده واهل العلم وقصدة الناس من جميع البلدان فغمرهم باحسانه وخصوصاً اهل تريم من السادات وكان يحسن المشائخ الطريق والصرفية وكان عصره احسن الا عصارو زمانه انفر الا زمنه.

(ج) سادات واہل علم کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ہر ملک کے لوگ اس کے دربار میں آئے جواس کے دریائے جودو کرم میں غرق ہوگئے۔ خصوصاً سادات تریم (یمن) کی بڑی بزرگداشت کی۔ مشائخ طریقت وصوفیہ کرام کے ساتھ بڑا احسان کرتا تھا اس کا زمانہ بڑا بہترین زمانہ اوراس کا عہد حکومت بڑی خوشحالی کا عہد تھا۔

(د) كان يحمل كل سنة الىٰ حضر موت من الا موال والكسوات للسارة والمشائخ والفقراء مايقوم بهم سنة.

(د) حضر موت میں سادات ومشائخ وفقراء کے لئے ہر سال عطیات وملبوسات بھیجا کرتا تھا جو سال بھر تک کے لئے انہیں کافی ہوا کرتے تھے۔

(ہ) ولو كان له ديوان مرتب باسم ارباب الرسوم والقصاد.

(ہ) اس کے ہاں ایک خاص دفتر تھا جس میں ان تمام لوگوں کے نام درج تھے جواس کے وظیفہ خوار تھے یا مالی اغراض سے اس کے دربار کا قصد کیا کرتے تھے۔

(و) وقف اربعة قران مدينة تريم ودقف بمكة والمدينة مصحفين واشترى فى الحرمين دوراً ودقفها علىٰ من يقرُ فيهما ويهدى ثواب القراة اليه.

(و) قرآن کریم کی چار جلدیں شہر تریم میں ایک ایک جلد مکہ ومدینہ شریف میں وقف کی تھی حرمین محترمین میں زمینیں خرید کر وقف کردی تھیں کہ لوگ یہاں قرآن خوانی کریں اور تلاوت کا ثواب اس کو بخشیں۔

(۱۳)

دکن میں سلسلۂ آب پاشی کی توسیع کے لئے ملک عنبر نے ایک نہر (کرکی) پر اپنی مہندسانہ قابلیت آزمائی تھی جواس کی بہترین یادگار ہے۔ اس کا واقعہ بھی عجیب ہے جسے تاریخ نے یوں لکھا ہے۔

Marfat.com

من اشارہ الحسنۃیمر تحت البلاد ولا تنفع بہ وسبب ذالک ان بعض وزراء عادل شاہ وھو المولیٰ محمد الخراسافی استبعہ وقوع زالک السعتہ وکثرۃ سائہ وظن انہ یحتاج الیٰ عملِ کثیرلا یقدر علیہ احدمنٌ المخلوقات وعزم ما ءُ کثیر اُ للملک عنبران قدرعلیٰ ذالک فشرع فیہ وما عدہ القدر فکمل العمل فی خمسۃ اشھروجعل لہ قنوات تجری الی البساتین والزراعات وکثر بہ النقع وجمع من فی ذالک المکان من السارۃ والا عیان والغم علیھم واجزل الحمد قات وکافت ماتہ فی سنۃ اربع وعشرین والف واخترع الفضلا لذلک تواریخ عدیدہ بکل لسان ومن الطف ماقیل فیہ"خیر جاری"۔

ملک عنبر کے آثار حسنہ میں ایک نہر کر کی ہے جسے اس نے بند کرا دیا کہ لوگ اس کے پانی سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں یہ ایک بڑی بھاری نہر ہے جو متعدد شہروں کے نیچے بہتی ہے مگر اس سے انتفاع ممکن نہیں سبب یہ ہے کہ دربار عادل شاہ کے ایک وزیر (ملا محمد خراسانی) ایسا ہونا بعید الوقوع جانتے تھے کیونکہ یہ بڑی گہری وسیع لمبی چوڑی تھی اور اس میں پانی بہت تھا ملا محمد خراسانی کو گمان تھا کہ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ مخلوقات میں کوئی بھی اسے انجام نہیں دے سکتا ملائے مذکور نے شرط باندھی تھی کہ ملک عنبر ایسا کر سکے تو انہیں بہت سا روپیہ تاوان دیں گے ملک عنبر نے یہ کام شروع کر دیا تقدیر نے مدد دی اور پانچ ہی ماہ میں کام پورا ہو گیا اس نہر میں سے ملک عنبر نے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلوائیں جو باغوں اور زراعتوں کو سیراب کرتی تھیں اور جن سے بڑے بڑے منافع حاصل ہوئے تکمیل عمل کے بعد بہت سے سادات و شرفاء کو جمع کر کے انعامات دیئے اور بڑی خیرات کی یہ واقعہ تعمیر ۱۰۲۴ھ کا ہے ارباب فضیلت نے یہ ایک زبان میں اس کی تاریخیں نکالی ہیں جن میں لطیف ترین مادۂ تاریخ ''خیر جاری'' ہے۔

یہ واقعہ ایک تو ملک عنبر کے فاضلانہ علمی کمالات پر روشنی ڈالتا ہے۔ کہ علم ہندسہ میں وہ کیا کچھ کمال رکھتا تھا۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ دربار عادل شاہی اگرچہ اس کا سخت دشمن تھا مگر اہلِ دربار میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس کے ساتھ راہ و رسم رکھتے تھے جس کے بواعث تلاش کرنے ہوں تو ملک عنبر کے فضائل و معارف اور اس کے ساتھ راہ و رسم رکھنے والوں کے ذوق علمی کی ضمن میں تلاش ہو سکتے ہیں اور دستیاب بھی وہیں سے ہوں گے۔

(۱۴)

عربی تاریخ میں ملک عنبر کے واقعات زندگی میں ایک بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ قصدہ جماعة عن مشاهير شعراء عصره من البلاد اشاسعه ومد حوه باحسن المدايح۔ مشاہیر شعرائے زمانہ کی ایک جماعت نے دُور دُور کے ملکوں سے اس کے دربار میں آ آکر خوب خوب مدحیہ قصیدے اس کی شان میں کہے۔

یہ وہ بات ہے جس پر آج کل یا تو اچٹتی نگاہیں پڑیں گی یا اس کو بادخوانی اور بادہ فروشی کا ایک لغو فعل کہا جائے گا کہ مداحی و مبالغہ آرائی قوم کے حق میں ہمیشہ بدترین تاثیر بد مذاقی کا موجب ہوا کی ہے۔

ہم کو اس فلسفہ پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم صرف اس قدر بتانا چاہتے ہیں کہ ملک عنبر کی زبان عربی تھی اس نے عرب میں تربیت پائی تھی۔ اس کے مداح عام شعرائے عرب تھے۔ جو عراق و مصر و شام و افریقہ تک سے ہندوستان آتے تھے۔ اور اس کے خوانِ کرم سے فیضیاب ہو کر واپس جاتے تھے۔

دکن میں عربیت کی بنیاد اسی علمی چرچے نے استوار کی اور ہندوستان اس مائدہ ادب عرب سے ذوق گیر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

عربی لٹریچر سے جن لوگوں کو دلچسپی ہے وہ اعتراف کریں گے کہ اس باب میں بھی ہندوستان ملک عنبر کا رہین احسان ہے۔

Marfat.com

اَلمقنّع

میرزا غالب کا ایک شعر ہے کہ:۔

چھوڑا مہِ نخشب کی طرح دستِ قضا نے
خورشید ہنوز اس کے برابر نہ ہوا تھا

میرزائے مرحوم فرماتے ہیں کہ دستِ قدرت سورج کو بنا رہا تھا۔ ابھی وہ لمعانی و درخشانی میں میرے معشوق کے برابر نہ ہوا تھا کہ اسے ''ماہِ نخشب'' کی طرح چھوڑ دیا گیا۔ اس شعر کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ماہِ نخشب'' ایک نامکمل یا برائے نام چاند تھا۔ لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ''ماہِ نخشب'' کیا تھا؟ اس کا مؤجد کون تھا اور اس عجیب وغریب چیز کی اصلیت و ماہیت کیا تھی؟ ان سوالوں کا مدلل و مستند جواب مولینا ظفر علی خاں کے مندرجہ ذیل مضمون سے حاصل کیجئے۔ (مرتب)

دُنیائے اسلام میں وقتاً فوقتاً کچھ سر پھرے لوگ ایسے پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے رسالت بلکہ خدائی تک کے دعویٰ سے جہلا وحمقا کی ایک جماعت کو اپنا حلقہ بگوش بنا کر کچھ دیر کے لئے اپنا اُلو سیدھا کر لیا ہے۔ المقنّع کا شمار بھی شوریدہ سر جماعت میں ہے۔ مہدی عباسی کے عہد خلافت میں ۱۸۰ء کے قریب اس شخص نے خراسان میں خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور چونکہ خدا اپنے بندوں کا مطیع ہو کر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے المقنّع کے دعویٰ نے بہت جلد سیاست کی شکل پکڑ لی یہاں تک کہ خلافت کو اس کی سرکوبی کے لئے ایک فوج جرانہ بھیجنی پڑی جب مقابلہ کرتے کرتے وہ عاجز آ گیا اور کوئی صورت مفر کی اسے نظر نہ آئی تو آگ میں جل کر مر گیا کہ الوہیت اور نبوت کے ایسے مدعیوں کا ایسا ہی انجام ہونا چاہئے۔ اسے المقنّع کیوں کہتے تھے۔ اور اس کی شکل صورت کیسی تھی؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب ہم ابوریحان بیرونی ابن خلکان ابن اثیر اور قزوینی کی زبانی دیں گے کہ ان مصنفین میں سے ہر ایک نے اس بارے میں کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔

اقتباس از بیرونی:

''اس زمانہ میں ہاشم بن حکیم جوالمقنع کے نام سے مشہور ہے مرو کے ایک گاؤں کوا کی مردان میں ظاہر ہوا چونکہ وہ کانا تھا اس لئے اپنے عیب یک چشمی کو چھپانے کے لئے منہ پر سبز ریشم کا نقاب ڈالے رہتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ خدا مثل و مجسم ہو کر میری شکل میں ظاہر ہوا ہے کہ انسان کو خدا صرف اسی طرح نظر آ سکتا ہے دریائے جیحوں کے پار اتر کر اس نے اضلاع کش ونسف کا رُخ کیا اور خاقان چین کے ساتھ نامہ و پیام کر کے حکومت وقت کے خلاف اس سے طالب امداد ہوا۔ اس عرصہ میں فرقہ مبیضہ اور ترکوں کی ایک جماعت کثیر اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی تھی اور وہ علم بغاوت بلند کر چکا تھا۔ جو کوئی اس کا مقابلہ کرتا تھا اسے وہ بیدریغ قتل کر ڈالتا تھا۔ اور اپنے حریفوں کے مال و متاع اور عورتوں کو اپنی جماعت میں تقسیم کر دیتا تھا خلیفہ مہدی عباسی کی جو فوجیں شروع شروع میں اس فتنہ کو مٹانے آئیں۔ ان سب کو اس نے شکست دی۔ اور چودہ سال تک وہ اس علاقہ میں کامل خودمختاری کے ساتھ حکومت کرتا رہا لیکن بالآخر اپنے قلعہ میں گھر گیا اور ۱۶۹ھ میں مارا گیا۔ جب چاروں طرف سے قشون قاہرۂ خلافت نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور اسے کوئی صورت بچنے کی نظر نہ آئی تو وہ آگ کے ایک دہکتے ہوئے الاؤ میں کود پڑا تا کہ اس کا جسم جل کر خاک سیاہ ہو جائے۔ اور اس کا کوئی نشان باقی نہ پا کر اس کی جماعت اس کے دعویٰ الوہیت کو آخر وقت تک صحیح سمجھتی رہے۔ لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہونے پائی جب اسلامی لشکر قلعہ کے اندر داخل ہوا تو اس کی جھلسی ہوئی لاش بھٹی کے اندر پڑی ہوئی پائی گئی چنانچہ اس کا سر کاٹ کر خلیفہ مہدی کے پاس بمقام حلب بھیج دیا گیا ماورالنہر میں ابھی تک ایک فرقہ ایسا موجود ہے جو اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے لیکن در پردہ اس کے مذہب کا پیرو ہے المقنع کے سوانح زندگی کا میں نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا ہے اور اپنی کتاب ''تاریخ فرقہ مبیضہ وفرقۂ قرامطہ'' میں اس موضوع پر شرح وبسط کے ساتھ بحث کی ہے۔''

فرقۂ مبیضہ وفرقۂ قرامطہ کی جس تاریخ کا علامہ ابوریحان بیرونی نے حوالہ دیا ہے افسوس ہے کہ دستبرد روزگار سے وہ تلف ہوگئی ہے۔ اور اس کا ایک نسخہ بھی اس وقت دنیا میں موجود نہیں۔ علامہ ممدوح کی ایک اور کتاب ''قانون مسعودی'' کے ساتھ بھی انقلاب روزگار شاید یہی سلوک کرتا۔ لیکن سر سید احمد خاں مرحوم و مغفور کا ذوق علمی اس بدیع المنزلت تصنیف کا ایک نسخہ

Marfat.com

زمانہ کی علمی لوٹ سے بچا کر علی گڑھ میں لے آیا تھا۔ مسلمانوں کی بدمذاقی کا یہ عالم ہے کہ مدتوں یہ نسخہ مدرستہ العلوم کی الماریوں میں مقفل پڑا رہا۔ اور کسی کو اس کی ورق گردانی کی بھی توفیق نہ ہوئی آخر ایک نا مسلمان مغربی نقاد نے اس گوہر بے بہا کو درج گمنامی میں سے نکالا۔ اور ہمارے معلموں کو خدا خدا کر کے اس کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا لیکن کئی سال سے وہ اس فکر میں ہیں کہ اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جائے مسلمانوں میں کوئی پروفیسر سخاؤ تو ہمیں نظر نہیں آتا۔ جس کی مساعی جمیلہ سے یہ بیل منڈھے چڑھے سردست اگر کارفرمایانِ علی گڑھ اصل عربی نسخہ ہی کو شائع کر دیں تو علم پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ عربی سے اُردو میں ترجمہ کرنے والے کئی خدا کے بندے نکل آئیں گے۔ اور ابوریحان بیرونی کی یہ نادر المثال یادگار زندہ جاوید ہو جائیں گی۔

اقتباس از ابنِ غلکان:

''المقنع الخراسانی جس کا اصلی نام عطا ہے لیکن جس کے باپ کا نام مجھے معلوم نہیں اگرچہ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے باپ کا نام حکیم تھا۔ مرو میں رفو گری کا پیشہ کیا کرتا تھا۔ سحر و نیر نجات میں تھوڑی بہت مہارت پیدا کرنے کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ میں خدا کا مظہر مثالی یعنی اوتار ہوں جو مجھ میں حلول کر کے ظاہر ہوا ہے اپنے پیروؤں سے وہ کہا کرتا تھا کہ خدائے جل وعلا نے پہلے آدم کا روپ دھارا اور اسی لئے اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کریں۔ (فسجد والا ابلیس ابیٰ واستکبر) چنانچہ انہوں نے سجدہ کیا۔ البتہ ابلیس نے ازراہِ تبختر سجدہ کرنے سے انکار کیا اور خدا کے قہر و غضب کا بجا طور پر مورد ہوا۔ آدم کے بعد خدا نے نوح علیہ السلام کے جسم میں حلول کیا۔ اور نوح کے جسم سے نکل کر مختلف انبیاء و حکماء کو اپنی تجلیات کا مظہر بناتے ہوئے ابو مسلم خراسانی کی شکل میں ظاہر ہوا جس کے بعد اس کی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ کا ظہور مجھ میں ہوا ہے باوجودیکہ عقل سلیم ان تمام باتوں کی نفی کر رہی تھی اور اس کی وضع و قطع میں بھی جناب باری کی کوئی شان جمالی جھلکتی ہوئی نظر نہ آئی تھی۔ اس لئے کہ وہ کریہہ المنظر یک چشم اور پست قامت تھا۔ اور ساتھ ہی ہکلاتا بھی تھا۔ اور اپنی زشت روئی کو چھپانے کے لئے ہمیشہ چہرہ پر ایک طلائی نقاب ڈالے رہتا تھا۔ اور اسی لئے اسے المقنع یعنی نقاب پوش کہتے تھے۔ پھر بھی بہت سے سادہ لوحوں پر اس کے دعاوی کا جادو چل گیا۔ جنہوں نے اس کی پرستش شروع کر دی۔ اور اس کی حمایت میں مرنے مارنے کے لئے تیار ہو گئے۔ المقنع نے اپنے معتقدین کے دلوں پر جو قابو پا لیا

Marfat.com

تھااس کا باعث کچھ ساحرانہ شعبدے تھے جن کی نظر فریبیاں جہلا پر اپنا اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکتی تھیں ان شعبدوں میں سے ایک یہ تھا کہ اس نے ایک نقلی چاند بنا کر لوگوں کو دکھا دیا تھا جس کی روشنی دو مہینے کی مسافت پر نظر آتی تھی۔ا ''چاند'' چونکہ قصبۂ نخشب کے ایک کنوئیں سے طلوع ہوتا تھا۔اس لیے اسے ماہ نخشب کہتے ہیں۔(مرتب) اس طلسمی چاند نے اس کے معتقدین کے حلقہ کو نہایت وسیع کر دیا۔

''جب المقنع کی شہرت دُور دُور پھیل گئی۔اور اس کے فتنہ سے اسلام میں خلل پیدا ہونے لگا تو مسلمان اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس پر حملہ کر کے اس کے قلعہ کو جس میں اس نے پناہ لی تھی گھیر لیا۔موت کو سر پر منڈلاتے دیکھ کر اس نے پہلے تو اپنی عورتوں کو جمع کر کے انہیں زہر کا ایک پیالہ پینے کو دیا جسے پی کر وہ ٹھنڈی ہو گئیں۔اور پھر خود بھی ایک پیالہ اسی سم قاتل کا چڑھا کر واصل جہنم ہوا۔مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر اس کے تمام ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔یہ واقعہ ۱۶۳ھ میں پیش آیا۔

''مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ المقنع کا قلعہ کس مقام پر واقع ہے اور اس کا کیا نام ہے آخر یاقوت حموی کی تصنیف ''کتاب المشبہات'' میری نظر سے گزری جس میں ایک نام کے متعدد مقامات کی تشریح کی گئی ہے۔اس کتاب کی اس فصل میں جس کا موضوع سنام ہے یاقوت لکھتا ہے کہ اس نام کے چار مقام ہیں چوتھا قلعہ سنام ہے جو المقنع خارجی نے ماوراء النہر میں تعمیر کیا تھا۔تاریخ خراسان سے بھی یاقوت حموی کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے واللہ علم بالصواب۔''

اقتباس از ابن اثیر:

''المقنع کا نام حکیم تھا۔اس کی یہ تعلیم کہ وہ خدا کا مظہر مثالی ہے۔اس کے معتقدین کی ایک منتخب جماعت کے لئے مخصوص تھی۔جس پر اس نے ظاہر کیا تھا کہ ابو مسلم خراسانی سے الوہیت منتقل ہو کر بطریق حلول ہاشم میں چلی آئی ہے۔ہاشم سے اس کی مراد خود اپنی ذات سے تھی۔ چنانچہ اس کی جماعت میدان جنگ میں یا ھاشم اعنا (اے ہاشم ہماری مدد کر) کا نعرہ لگاتی تھی۔سعد اور بخارا کا فرقہ مبیضہ اور مشرکین اتراک کا ایک گروہ اس کا شریک حال ہو گیا تھا اس کا عقیدہ تھا کہ ابو مسلم خراسانی کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اونچا ہے جب اسلامی سپہ سالار سعید الحرشی نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو امان کے وعدہ پر اس کے تیس ہزار ساتھیوں نے ہتھیار ڈال دیئے صرف دو ہزار شخص ایسے تھے جنہوں نے آخر وقت تک اس کا ساتھ دیا یہ دیکھ کر کہ

Marfat.com

اب موت سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔اس نے اپنے اہل وعیال کو جمع کیا اور زہر پلا کران کا کام تمام کر دیا۔پھر حکم دیا کہ اس کو جلتی آگ میں جھونک دیا جائے۔تا کہ اس کے دشمن اس کے جسم پر قابو نہ پاسکیں ایک روایت یہ ہے کہ پہلے اس نے قلعہ کے تمام سامان اور مال ومتاع کو جس میں چوپائے تک شامل تھے جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور پھر کہا کہ جس کو میرے ہمراہ بہشت میں جانا ہو وہ میری طرح اس بھڑکتی آگ میں کود پڑے غرض وہ اپنے کنبہ اور اپنے خاص خاص رفیقوں کے ساتھ جل کر راکھ ہو گیا۔اور جب فوج قلعہ میں داخل ہوئی تو ایک بھی متنفس موجود نہ تھا۔اس واقعہ نے المقنع کے مریدوں کی بقیۃ السیف جماعت کا عقیدہ اور بھی مضبوط کر دیا۔اس جماعت کا ایک گروہ مبیضہ ہے جو ماوراء النہر میں بستا ہے اور اپنے عقیدہ کو مخفی رکھتا ہے مبیضہ انہیں اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سفید لباس پہنتے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ المقنع آگ میں جل کر نہیں بلکہ زہر پی کر مر گیا۔ اور الحرشی نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ مہدی کے پاس بھیج دیا جو اس وقت (۱۶۳ھ) ایک فوجی مہم پر حلب گیا ہوا تھا۔

اقتباس از قزوینی:

علامہ قزوینی آثار البلاد میں نخشب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''نخشب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جس کی خاک سے متعدد اولیاء و حکماء اُٹھے ہیں حکیم المقنع کا تعلق بھی اسی شہر سے ہے۔اس نے یہاں ایک کنواں بنایا تھا جس میں سے ایک چاند نکلتا تھا اور لوگوں کو اصلی چاند کی طرح نظر آتا تھا مہ نخشب کی شہرت اطراف و کناف عالم میں پھیل گئی۔اور لوگ دور دور سے اس عجوبہ کو دیکھنے کے لئے نخشب آنے لگے۔لوگ اس کو جادو کا چاند سمجھتے تھے لیکن دراصل یہ علم مناظر و مرایا کا ایک کرشمہ تھا کہ المقنع کو اس میں پوری مہارت حاصل تھی چنانچہ جب کنوئیں کی تہ میں اُتر کر دیکھا گیا۔تو ایک بہت بڑا طشت پارہ سے بھرا ہوا نظر آیا جس پر چاند کی شعاعیں پڑتی تھیں اور انعکاس وانعطاف ضیائے قمر سے پردہ نگاہ پر ایک خاص حکمت سے چاند کی تصویر اُتر آتی تھی۔بہر حال المقنع نے حیرت انگیز کامیابی حاصل کی۔اور اس کی شہرت ایسی پھیلی کہ اس کا نام ضرب المثل ہو کر اشعار میں داخل ہو گیا۔''

ان اقتباسات میں ناظرین نے بعض جزئی اختلافات ملاحظہ فرمائے ہوں گے بیرونی نے المقنع کا نام ہاشم ظاہر کیا ہے۔ابنِ خلکان کہتا ہے کہ اس کا نام عطا تھا ابن اثیر کے بیان کے

Marfat.com

بموجب اس کا نام حکیم ہے۔ کنیت میں بھی اختلاف ہے۔ اس کا سال وفات بھی مختلف ہے۔ ابنِ خلکان اور ابنِ اثیر نے ۱۶۳ھ لکھا ہے بیرونی ۱۶۹ھ لکھتا ہے۔ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ وہ اپنے قلعہ میں محصور ہو کر زہر سے مرا یا آگ میں جل کر۔ لیکن یہ خفیف جزئیات ہیں۔ جن سے اس کی شخصیت اور اس کی زندگی کے نمایاں واقعات کی تاریخی حیثیت پر اثر نہیں پڑتا۔ ان جزئیات سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔

ہمارے پیشِ نظر المقنع کی صرف دو بڑی حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے جناب باری کے بروز ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور ایک جماعت اپنے پجاریوں کی پیدا کر لی۔ دوسرے یہ کہ ماہ نخشب کے صانع ہونے کے لحاظ سے وہ ایک بہت بڑا حکیم تھا۔ پہلی حیثیت پر مزید خامہ فرسائی کرنا ایک فعل عبث ہے۔ مسیلمہ کذاب کے وقت سے لے کر آج کے دن تک بیسیوں خبطی ایسے پیدا ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے جن میں سے کسی کے سر میں خدا کے رسول بننے کا سودا سمایا ہے۔ اور کوئی اس منصب کو بھی اپنے درجہ سے گرا ہوا سمجھ کر الوہیت کی مسند پر جا بیٹھا ہے اس لئے یہ کوئی نئی بات نہیں لیکن آج سے تقریباً بارہ سو سال پہلے خراسان میں ایک شخص کہ علم مناظر و مرایا اور اصول انعکاس و انعطاف ضیا سے اس حد تک واقف ہوتا کہ وہ اس کی بنا پر ایک عجیب و غریب ایجاد کر سکے۔ عام اس سے کہ اس ایجاد کا کوئی سود مند یا تجارتی پہلو ہو یا نہ ہو ایک ایسا واقعہ ہے جسے شیدائیان علوم و فنون نظر انداز نہیں کر سکتے۔

Marfat.com

الہام کے ذریعہ سے مسمریزم
اضغاث احلام کی مغربی متصوفانہ شکل

(۱)

مسمریزم کی بنیاد عقل پر ہو یا نہ ہو۔ اس کے کرشموں کی کوئی فلسفیانہ توجیہ کی جا سکے یا نہ کی جا سکے۔ لیکن شک لانے والوں کو یہ بات تو خواہی نخواہی ماننی پڑے گی کہ مسمریزم ایک حقیقت نفس الامری ہے۔ اور اس کے مظاہر سے انکار کرنا بداہت کا منکر ہونا ہے۔

اس دنیا میں ایک انوکھی جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو ہر بات کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کا پوچھنا ہی کیا یہ تو حواس خمسہ کی شہادت کو بھی فریب نظر سمجھیں گے آفتاب کی روشنی تک بہ نگاہ ارتیاب دیکھیں گے نیل کی موجوں پر بھی انہیں سراب کا دھوکا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ شک ایک مرض ہے جو انہیں گھن کی طرح لگا ہوا ہے۔ اور ان کے دل و دماغ اور اعضاء و جوارح کو دیمک کی طرح چاٹتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی بات کیسی بھی ابدہ البدیہیات ہو۔ ان کے سامنے بیان کیجیے لیکن بدقسمتی سے اس کا کوئی منطقی ثبوت پیش نہ کیا جا سکتا ہو تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم نہ مانیں گے ایسے سوفسطائی متشککین کے منہ لگنا مفت میں اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔

آج کل کی علمی دنیا کا یہ ایک پُر اسرار مگر مانا ہوا واقعہ ہے۔ کہ انسان محض اپنی قوت ارادی سے اپنے کسی ہم جنس کو اس درجہ متاثر کر سکتا ہے کہ اس کی حالت عضری و ذہنی میں ایک غیر معمولی اور فوق الادراک تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ اور دیکھنے والوں کو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ حالت تبدیل شدہ قریب قریب موت کے مشابہ ہے۔ اس عالم میں وہ شخص جس پر اثر ڈالا گیا ہے اگرچہ اپنے حواس خمسہ خارجہ سے تو بہت ہی خفیف اور بہت ہی ضعیف کام لیتا ہے۔ لیکن اس کی قوت مدرکہ باطنیہ حالت بیداری کے مقابلہ میں بہت زیادہ تیز ہو جاتی ہے اور حدت احساس و ذکاوت

Marfat.com

ادراک کا پرتو اس کے قوائے مخفیہ پر کسی ان دیکھی اوران بوجھی روشنی کے وہ جلوے بکھیرتا ہے جو ان آنکھوں نے نہ دیکھے تھے اس کے نفس ناطقہ کی عقلی اڑان بہت بلند ہو جاتی ہے۔صاحب توجہ کے ساتھ اس کا روحانی تعلق بہت ہی گہرا ہو جاتا ہے۔اور جب توجہات کے اس سلسلے میں تعامل کی کثرت شامل ہو جاتی ہے تو معمول کے تاثرات کا اشتداد اوران کے محیر العقول نتائج کا تنوع اور بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔

مسمریزم کی ان خصوصیات عمومی سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔اوران کے لئے کوئی منطقی ثبوت پیش کرنا محض تحصیل حاصل ہے۔آج کل کی دنیا ذہنیات وروحانیات میں اس حد تک ترقی کر چکی ہے کہ ناظرین کا وقت میں ایسی لاطائل بحث میں پڑ کر ضائع نہیں کرنا چاہتا۔اس تحریر سے میرا مقصد کچھ اور ہی ہے دنیا خواہ میری باتوں کو کیسا ہی لے سرو پا خیال کیوں نہ کرے لیکن میں نے اپنے جی میں ٹھان لی ہے۔کہ ایک نہایت ہی عجیب وغریب مکالمہ کو اپنی طرف سے کسی حاشیہ آرائی کے بغیر من وعن سپرد قلم کر کے ہی رہوں گا۔جو میرے اور ایک سوتے جاگتے کے درمیان کچھ دن ہوئے واقع ہوا تھا۔

مجھے مسمریزم کا فن اچھی طرح آتا ہے۔ایک صاحب جن کا نام مسٹر وینکرک تھا میرے معمول تھے۔جو بے حد ذکی الحس واقع ہوئے تھے ایک مدت سے وہ میرے زیر مشق تھے۔اور حسب معمول میری توجہات نے ان میں "علو ادراک" کی وہ بصیرت افروز خاصیت پیدا کر دی تھی جو مسمریزم کے معمولین کا خاصہ ہے۔بے چارے کئی مہینے سے سل کے مرض میں مبتلا تھے اور مرض آخری درجے میں پہنچ چکا تھا مرض کی تکلیف جب بہت ہی بڑھ جاتی تھی تو وہ مجھے بلا بھیجتے تھے۔میں عقد انامل سے انہیں سلا دیتا تھا۔اور مسمریزم کی نیند کے آتے ہی مریض کا درد و کرب جاتا رہتا تھا ماہ رواں کی پندرھویں تاریخ تھی اور چہار شنبہ کی شب تھی۔کہ مسٹر وینکرک کا ملازم بے تحاشا بھاگتا ہوا آیا۔اور رونی صورت بنا کر کہنے لگا کہ میاں تو دم توڑ رہے ہیں چلئے آخری باران کا منہ دیکھ لیجئے میں نے اوورکوٹ پہنا اور لکڑی ہاتھ میں لے کے افتاں وخیزاں مریض کے مکان پر پہنچا۔

مریض بستر پر پڑا درد سے کراہ رہا تھا۔حوالیٔ قلب میں رہ رہ کے ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں۔اور سانس رُک رُک کے آرہی تھی اسی قسم کی علامات جب مریض پر پہلے طاری ہوتی تھیں تو مراکزِ اعصاب پر رائی کا پلستر لگانے سے اسے افاقہ ہو جایا کرتا تھا۔لیکن آج رات یہ علاج بھی

Marfat.com

بے سود ثابت ہوا۔

میں جب کمرہ میں داخل ہوا تو مسٹر وینکرک نے کوشش کی کہ حسبِ معمول میرا بہ خندہ پیشانی خیر مقدم کریں لیکن فرطِ نقاہت اور شدت کرب نے اس کوشش کو بہت زیادہ کامیاب نہ ہونے دیا پھر بھی یہ ایک عجیب بات تھی کہ جسمانی تکلیف کے باوجود ان کی دماغی وذہنی حالت بہت اچھی تھی۔ اور ان کا قلب مطمئن تھا۔ میرے آنے کے بعد یہ اطمینان بہت کچھ بڑھ گیا۔ درد میں کسی قدر افاقہ ہوگیا اور انہوں نے مجھے اس طرح خطاب کیا۔

میں نے آج رات آپ کو کچھ اس لئے تکلیف نہیں دی کہ آپ میرے جسمانی درد کی دوا کریں بلکہ مقصد اس تکلیف دہی کا صرف اس قدر تھا کہ کچھ مدت سے بعض روحانی کیفیات مجھ پر ایسی طاری ہو رہی ہیں کہ میں بہت ہی مشوش ومتحیر ہوگیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری راہ نمائی کریں اور کسی طرح مجھے اس گرداب تشویش سے نکالیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ اب تک میں مسئلہ بقائے روح کو بہ نگاہ شک دیکھتا رہا ہوں اس سے تو مجھے انکار نہیں ہوسکتا کہ خود اس روح کے اندر بھی جس کا میں منکر بنا رہا ہوں ایک ایسی نیم ادرا کی واردات پائی جاتی ہے جو خود اس کے وجود پر شاہد ہے مگر یہ نیم ادرا کی واردات بھی کبھی پایہ یقین کو نہیں پہنچی۔ میری عقل کو اس سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اور استدلال واستنباط یہاں بے کار تھا۔ میں نے جب کبھی از روئے منطق کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہا تو شک کی دلدل میں میں پہلے سے بھی زیادہ پھنس کے رہ گیا۔ مدت ہائے دراز کے غور وفکر کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص از روئے عقلِ سلیم اپنے باقی اور غیر فانی ہونے کے متعلق کوئی یقینی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو تو محض ان مجردات تنزیہی کی وساطت سے جن پر انگلستان، فرانس اور جرمنی کے اخلاق آموز فلاسفر آئے دن دھوآں دھار مضامین سپرد قلم کیا کرتے ہیں۔ وہ کبھی درجہ یقین نہیں حاصل کر سکتے۔ مجرادات عقلی، دماغی تفریحی اور ذہنی ورزش کے لئے تو بڑی اچھی چیزیں ہیں لیکن دل انہیں نہیں مانتا کسی دوسری دنیا کا عالم کچھ اور ہو تو لیکن یہ کرہ زمین جس پر ہم بستے ہیں کم از کم اس میں تو فلسفہ ہمیں ہرگز یہ بات نہ منوا سکے گا کہ شے کی صفت عین شے ہے یعنی ہمیں صفات ہی پر اس حیثیت سے نظر ڈالنی چاہئے کہ وہ اشیاء ہیں خواہش ایک جداگانہ بات ہے ممکن ہے کہ ہمارا جی چاہے تو صفات کو اشیاء مان لیں لیکن روح کبھی نہ مانے گی عقل کبھی نہ مانے گی نفس ناطقہ کبھی نہ مانے گا۔

یقین مانئے کہ حقیقت بقائے روح کی اس ادھیڑ بن میں مجھے اصلیت کا رہ رہ کے کچھ

Marfat.com

احساس تو ہوا۔اور وہ بھی ناتمام سا لیکن عقلاً مجھے یہ بات کبھی باور نہ آئی البتہ گزشتہ چند دنوں سے میری واردات قلبی میں ایک خاص قسم کا اشتداد پیدا ہونے لگا ہے۔اور یہ اشتداد بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ یہ میرا نیم احساس کامل اور یہ کامل احساس ادراک میں منضم ہوگیا اور میرے لئے ان دونوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔اپنے قوائے اندرونی کی اس کیفیت کا جب میں سراغ لگاتا ہوں تو مجھے یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ یہ کیفیت مسمریزم کے تاثرات کا نتیجہ ہے شاید میں نے اپنے مفہوم کو واضح نہیں کیا۔میرا مطلب یہ ہے کہ جب مجھ پر مسمریزم کا عمل ہوتا ہے۔اور میرے قوے روبصعود ہوتے ہیں تو میرے پیش نظر استدلال عقلی کا ایک ایسا نورانی عالم ہوجاتا ہے جو بیہوشی میں تو ظنیات کو یقینیات سے بدل دیتا ہے لیکن بیداری میں صرف اثرات باقی رہ جاتے ہیں جب میں سوتی جاگتی حالت میں ہوتا ہوں تو استقرا اور اس کا نتیجہ یعنی علت غائب ہوجاتی ہے۔صرف معلول باقی رہ جاتا ہے۔اور وہ بھی شاید کاملا ''نہیں بلکہ جزء۔''

ان تمام مراتب پر غور کرتے کرتے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر مسمریزم کی نیند کی حالت میں مجھ سے پُر مغز سوالات کئے جائیں تو عجب نہیں کہ میرے جوابات نئی نئی حقیقتوں کے کاشف ہوں۔اور جو حقیقتیں اب تک پوشیدہ ہیں ان کے چہرے سے نقاب اُٹھ جائے۔

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا۔کہ جو لوگ نیند میں چلا کرتے ہیں انہیں باوجود خوابیدگی کے بھی اپنی ہستی کا نہایت گہرا احساس ہوتا ہے۔اور ان تمام مراتب کا جو مسمریزم کی حالت سے تعلق رکھتے ہیں انہیں نہایت وسیع علم ہوتا ہے آپ اس خودشناسی کی پُراسرار کیفیت کو پیشِ نظر رکھ کر مجھے سلا دیجئے اور سوالات کو دیکھئے کیا عجب ہے کہ انکشاف حقائق عجیبہ کا یہی ایک ذریعہ ہوجائے۔

میں خود ان دقیق مسائل میں بہت دلچسپی لیتا ہوں۔مسٹر وینکرک نے جو بات سمجھائی تھی وہ میرے دل میں بیٹھ گئی۔ہاتھ کی چند ہی برق آلو دجنبشوں میں میں نے انہیں سلا دیا۔ان کا تنفس آسان ہوگیا اور جسمانی بے چینی کے تمام آثار غائب ہوگئے۔اس کے بعد مجھ میں اور سونے والے میں ذیل کے سوال و جواب ہوئے۔مکالمہ میں ''وہ'' سے مراد مسٹر وینکرک، ہیں اور ''میں'' سے خود میں۔

....

میں:۔ کیا نیند آگئی۔

وہ۔ ہاں۔نہیں۔نہیں۔ابھی صرف اُونگھ رہا ہوں۔اور گہری نیند سو جانا چاہتا ہوں۔

میں :۔ (ہاتھ کی چند اور جنبشوں کے بعد) اب تو سو گئے؟

وہ۔ ہاں۔

میں :۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔ کہ تمہارے اس موجودہ مرض کا کیا انجام ہوگا؟

وہ۔ (بہت کچھ تامل کے بعد اس انداز سے کہ گویا بات کرنی بڑی مشکل ہے میرے لئے مرنا ضرور ہے)۔

میں :۔ کیا موت کے خیال سے تمہیں صدمہ تو نہیں ہوتا؟

وہ۔ (باماندگی تمام) نہیں ہرگز نہیں۔

میں :۔ کیا اس خیال سے تم خوش ہو؟

وہ۔ اگر میں عالمِ بیداری میں ہوتا تو موت کی تمنا کرتا۔ لیکن اس وقت میرے لئے مرنا جینا برابر ہے مسمریزم کی یہ حالت موت سے کچھ ایسی ملتی جلتی واقع ہوئی ہے کہ اس حالت پر میں بالکل قانع ہوں۔

میں :۔ آپ کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھا براہ کرم اپنے قول کی شرح فرما دیجئے۔

وہ۔ امتثال امر میں مجھے عذر نہیں لیکن اس وقت بات کرتے ہوئے مجھے اپنی روح پر اپنی سکت سے زیادہ زور ڈالنا پڑتا ہے آپ اپنے سوالات مناسب پیرایہ میں کیوں نہیں کرتے؟

میں :۔ آپ ہی فرمایئے کیا سوال کروں؟

وہ۔ ابتداء مبدء سے کیجئے۔

میں :۔ مبدء کیسا اور کہاں؟

وہ۔ (دھیمی آواز میں ایک خاص اتار چڑھاؤ کے ساتھ غایت عبودیت وتکریم کا اظہار کرتے ہوئے) آپ بھی جانتے ہیں کہ مبدء خدا ہے۔

میں :۔ مگر خدا کیا ہے؟

وہ۔ (چند لمحوں تک متذبذب رہ کر) میں نہیں بتا سکتا۔

میں :۔ کیا خدا روح تو نہیں؟

وہ۔ جاگتے میں مجھے معلوم تھا کہ روح سے آپ کی کیا مراد ہے مگر اب تو اس کی حقیقت ایک لفظ سے بڑھ کر نہیں۔ صداقت اور حسن بھی دو لفظ ہیں۔ اسی طرح روح بھی ایک لفظ ہے یوں سمجھئے کہ یہ ایک صفت ہے۔

میں:۔ خدا غیر مادی تو نہیں۔؟

وہ۔ غیر مادیت کا کہیں کوئی وجود نہیں یہ بھی محض ایک لفظ ہے جو شے مادہ نہیں ہے وہ سراپا ہستی ہے یہ اور بات ہے کہ صفات کو اشیاء سمجھ لیا جائے۔

میں:۔ پھر کیا خدا کا وجود مادی ہے؟

وہ۔ نہیں۔

میں:۔ تو پھر وہ کیا ہے؟

وہ۔ (ایک دراز وقفہ کے بعد گنگناتے ہوئے) میں سمجھا مگر یہ بڑا ٹیڑھا سوال ہے جواب دوں تو کن لفظوں میں (پھر دیر تک خاموش رہ کر) وہ روح نہیں کیونکہ وہ موجود ہے وہ مادہ بھی نہیں جن معنوں میں آپ اس لفظ کو مادہ کہتے ہیں البتہ مادہ کے متعدد مدارج ہیں جن کا حال انسان کو کچھ معلوم نہیں۔ ثقیل اور خفیف دو درجے ہیں ثقل خفت پر دباؤ ڈالتا ہے خفت ثقل میں سرایت کرتی ہے مثلاً کرہ ہوا جوہر برق کو تحریک میں لاتا ہے اور جوہر برق کرہ ہوا میں نفوذ کر جاتا ہے مادہ کے یہ مدارج لطافت یا نزاکت میں ترقی کرتے جاتے ہیں تا آں کہ مادہ کی حالت غیر ذراتی رہ جاتی ہے بہ الفاظ دیگر اس میں اجزائے دیمقراطیسی جن کا دوسرا نام اجزائے لایتجزیٰ ہے باقی نہیں رہتے اور وہ مرتبہ توحید وتفرید تک پہنچ جاتا ہے یہاں پہنچ کر دباؤ اور نفاذ کا قانون بدل جاتا ہے۔ مادہ کی انتہائی یا غیر ذراتی حالت نہ صرف یہ کہ تمام اشیاء میں ساری ہو جاتی ہے بلکہ تمام موجودات کی وجہ تحریک بن جاتی ہے اس طور پر گویا کل کائنات اس کے اندر سما جاتی ہے یہی مادہ خدا ہے انسان جس شے کو عالمِ خیال کہتے ہیں وہ یہی مادہ ہے مگر بصورت متحرک۔

میں:۔ علمائے مابعد الطبیعۃ کا دعویٰ ہے کہ ہر عمل تحرک اور تخیل میں تحویل ہو سکتا ہے اور تخیل ہی مبدء تحرک ہے۔؟

وہ۔ آپ کا خیال صحیح ہے۔ اس خلط مبحث کا راز مجھ پر اب کھلا ہے۔ حرکتِ نفس ناطقہ کے عمل کا نام ہے تخیل کے عمل کا نتیجہ نہیں ہے۔ غیر ذراتی مادہ یا خدا ہی بحالت سکون جہاں تک کہ ہمارے تصور کو رسائی ہو سکتی ہے وہ حقیقت ہے جسے انسان نفس ناطقہ کہتے ہیں حرکت خود اختیاری کی استعداد جو دوسرے لفظوں میں گویا انسان کی قوتِ ارادی ہے غیر ذراتی مادہ کے اندر اس کی وحدۃ اور ہمہ گیر حلول کا نتیجہ ہے۔ اگر چہ میں یہ نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے اور اب مجھے صاف صاف نظر آرہا ہے کہ یہ بھید مجھ پر کبھی کھلنے نہ پائے گا لیکن اس قدر ضرور کہہ سکتا ہوں کہ غیر ذراتی مادہ ایک

Marfat.com

ایسے قانون یا صنعت کی وجہ سے حرکت میں آنے کے بعد جو خود اس کے اندر موجود ہے تخیل بن جاتا ہے۔

میں:۔ آپ نے اپنی تقریر میں غیر ذراتی مادہ کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے کیا آپ مجھے ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ اس لفظ سے آپ کی کیا مراد ہے؟

وہ۔ جن مادی اشیاء کا انسان کو ادراک ہوتا ہے۔ وہ مختلف مدارج میں تحویل ہونے کے بعد اس کی رسائی سے باہر نکل جاتی ہیں۔ مثلاً دھات کا ایک ٹکڑا ہے۔ لکڑی کا ایک کندہ ہے پانی کا ایک قطرہ ہے کرہ ہوا ہے غاز ہے برق ہے منور ایتھر ہے اب ظاہر ہے کہ ان تمام اشیاء کو ہم مادہ ہی کہتے ہیں اور ان سب پر ایک عام تعریف صادق آتی ہے جو من حیث الجموع مادہ کا لقب عمومی ہے لیکن با ایں ہمہ کوئی سے دو خیالات بھی ایک دوسرے سے اس درجہ متمائز و متفارق نہیں جیسے وہ خیالات جو ہمارے ذہن میں دھات کے ایک ٹکڑے اور منور ایتھر کے تصور سے وابستہ ہیں جب ثانی الذکر تصور ہمارے پیش نظر ہوتا ہے۔ تو کوئی چیز ہے جو بے اختیار ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اسے مادہ نہ سمجھیں بلکہ روح بلکہ نیستی کے زمرہ میں شامل کر دیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو اس کی وجہ صرف اسی قدر ہے کہ ہم ایتھر کو اجزائے لا یتجزیٰ سے کہ ان کا ایک سادہ ترنام سالمات بھی ہے مرکب سمجھتے ہیں اور ادراک کی اس منزل میں بھی ہمیں اپنے اس تصور سے مدد لینی پڑتی ہے جو ہم نے ایک سالمہ کے بارے میں قائم کر رکھا ہے کہ اس میں چھوٹے اور ٹھوس اور محسوس اور وزنی ہونے کی بے پایاں صفات جمع ہیں۔ ترکیب سالمی کے تصور کو اگر ہم فنا کر دیں تو پھر ہم ہرگز اس بات کو خیال میں نہ لا سکیں گے کہ ایتھر کی بھی کوئی ہستی ہے یا کم از کم اس پر مادہ کا بھی اطلاق ہو سکتا ہے اور جب اللہ کی تعریف کے لئے ہمارے پاس کوئی موزوں تر لفظ موجود نہیں ہے تو پھر کیوں نہ ہم اس کو روح ہی کہیں۔ اب خیال کا ایک اور قدم آگے بڑھایئے اور منور ایتھر کے طبقہ سے گزر کر ایک ایسے مادہ کا تصور اپنے ذہن میں قائم کیجئے۔ جو ایثر (ایتھر) سے بھی زیادہ لطیف ہے پھر باوجود فلسفیوں کی قیل وقال کے آپ ایک ایسے اچھوتے وجود سے دوچار ہوں گے جسے غیر سالمی مادہ کہا جا سکے گا اس لئے کہ خواہ ہم خود سالموں کے اندر غیر محدود چھوٹائی کا ہونا تسلیم کر ہی لیں لیکن سالموں کے اندرونی تخلل خل میں جو جوف ہوں گے ان کی چھوٹائی کی بے پایانی ایک بالکل مہمل اور بے معنی سی بات ہے اگر سالمات کا شمار کافی ہو تو ایک نقطہ موہوم ایسا ضرور رہ جائے گا اور لطافت کا ایک درجہ یقیناً ایسا آ جائے گا جہاں تخلل خل کے جوف کا نابود ہو جانا اور تکاثف مطلق کا پیدا ہو جانا لازمی ہے لیکن

Marfat.com

اب چونکہ ترکیب سالمی کا اعتبار اُٹھ گیا ہے۔اس لئے مادہ کے وجود اس شے میں ہو جاتا ہے جسے ہم روح سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ روح بھی وہی مادہ ہے جس پر ہم بحث کرتے چلے آرہے ہیں۔اور سو بات کی ایک بات تو یہ ہے کہ روح کا تصور خارج از امکان ہے اس لئے کہ جس چیز کا کوئی وجود ہی نہ ہو وہ ذہن میں کس طرح آسکتی ہے۔جب ہم یہ کہہ کر اپنا دل خوش کر لیا کرتے ہیں کہ روح کا تصور ہم نے اپنے ذہن میں قائم کر لیا ہے تو ہم گویا اپنی عقل کو دھوکا دیتے ہیں ہمارے ذہن میں جس شے کا تصور آیا تھا وہ روح کا نہ تھا بلکہ بے انتہا لطیف مادہ کا تھا۔

Marfat.com

حسین بن منصور حلاج کے نظریات کی تشریح اور دوسرے
اہم مقالات پر مشتمل ظفر علی خان کی اہم کتاب

حسین بن منصور حلاج

اور دوسرے اہم مقالات

ظفر علی خان

Marfat.com